لاہور

ہفت روزہ

خدام الدین

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ، لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ زَیْدِ بْنِ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کُنَّا قُعُوْدًا بِالْاَفْنِیَةِ نَتَحَدَّثُ فِیْهَا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَیْنَا فَقَالَ: "مَا لَکُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ" فَقُلْنَا: اِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَیْرِ مَا بَاْسٍ: قَعَدْنَا نَتَذَاکَرُ وَنَتَحَدَّثُ: قَالَ: "اِمَّا لَا فَاَدُّوْا حَقَّهَا: غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ الْکَلَامِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں، کہ ہم اپنے مکان کے سامنے چبوترے پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے۔ اور ارشاد فرمایا، کہ تم کو کیا ہوا، راستوں پر کیوں بیٹھتے ہو تو ہم نے عرض کیا، کہ ہم کسی نقصان رسانی کی غرض سے نہیں بیٹھتے ہیں۔ صرف بات چیت اور گفتگو کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر نہیں مانتے ہو۔ تو راستوں کا حق ادا کرو، یعنی آنکھیں نیچی رکھنا۔ سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کرنا (مسلم)

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: کُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ مَیْمُوْنَةُ، فَاَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ وَذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِحْتَجِبَا مِنْهُ" فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَیْسَ هُوَ اَعْمٰی، لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ!" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

حضرت ام المومنین ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ اور اس وقت آپ کے پاس حضرت میمونہؓ بھی تھیں۔ کہ ابن ام مکتوم (جو نابینا تھے) آئے اور یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے، جب ہم کو پردہ کا حکم کر دیا گیا تھا (ان کو آتے دیکھ کر) نبی اکرم نے فرمایا تم دونوں ان سے پردہ کرو ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا وہ نابینا آدمی نہیں۔ کہ نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ ہم کو پہچان سکتے ہیں اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، اور کیا تم ان کو دیکھ نہیں رہیں۔ (امام ابو داؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰی عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ، وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَةُ اِلَی الْمَرْاَةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرد عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی عورت عورت کی شرمگاہ کو دیکھے اور نہ ہی دو برہنہ مرد ایک کپڑے میں جمع ہوں۔ اور نہ ہی دو برہنہ عورتیں ایک کپڑے میں جمع ہوں (کیونکہ یہ بات برائی کا ایک سبب اور ذریعہ بن سکتی ہے (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَخْلُوَنَّ اَحَدُکُمْ بِامْرَاَةٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی ذی رحم محرم ہو (بخاری ومسلم)

وَعَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ نِسَآءِ الْمُجَاهِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ کَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ، مَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِیْنَ یَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ اَهْلِهٖ فَیَخُوْنُهٗ فِیْهِمْ اِلَّا وُقِفَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیَاْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ مَا شَآءَ حَتّٰی یَرْضٰی ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَا ظَنُّکُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ جہاد کرنے والوں کی عورتوں کی آبرو (گھر پر) رہنے والوں کے لئے ایسی ہے۔ جیسا کہ ان کی ماؤں کی آبرو اگر گھر پر رہنے والا کوئی آدمی کسی جہاد کرنے والے کے بال بچوں کا اس کا پس پشت نگراں ہو اور پھر خیانت کرے تو قیامت کے روز جہاد کرنے والا کھڑے ہو کر اس کے جو عمل لینے... چاہے گا لے لے گا۔ یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، کہ اب تمہارا کیا خیال ہے (خود سمجھ لو کہ وہ کیا کیا نیکیاں نہ لے گا، (مسلم)

ہفت روزہ — لاہور

خدام الدین

بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول
مولانا عبیداللہ انور، امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ
مجاہد الحسینی

جلد ۱۶ • ٹیلیفون نمبر ٦٧٥٤٥ • شمارہ ۲۳

موتوا بغیظکم

تم حسد اور بغض و کینہ کی آگ میں جل کر بھسم ہو جاؤ!

عالم اسلام کے بطل جلیل اور عرب قوم کے عظیم رہنما صدر جمال عبدالناصر کی موت پر عالم اسلام اور دنیائے عرب میں بالعموم اور خود ان کے اپنے ملک مصر میں بالخصوص جو کہرام بپا ہوا نسل انسانی کی تاریخ میں انبیاء کرام اور خدا کی برگزیدہ شخصیات کے بعد کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی موت پر ایسے روح فرسا رنج و غم کی نظیر ناپید ہے۔

وہ استعماری قوتیں جو صدر جمال عبدالناصر کو آمر مطلق ثابت کرنیکی کوشش کرتی رہی تھیں۔ اور جن کا شب و روز پراپیگنڈہ یہ تھا کہ وہ عربوں کے سروں پر انکی مرضی اور منشا کے بغیر جبر و تشدد کے ساتھ مسلط ہیں۔ اس بے پناہ مقبولیت پر جو عالم عرب اور دنیائے اسلام میں حاصل تھی۔ جس کا مظاہرہ انکی موت پر ہوا، انگشت بدنداں ہیں اور اس بات کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ اگر اس کا نام آمریت اور ڈکٹیٹر شپ ہے تو اس آمریت پر ہزاروں جمہوریتیں قربان۔

یہ دلوں پر فرمانروائی اور دماغوں پر حکمرانی اور جسموں پر نہیں بلکہ روحوں پر بادشاہت کا یہ انداز دنیا کی تاریخ میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اور ان گنے چنے لوگوں میں تخصص اور امتیاز جمال عبدالناصر کے حصہ میں آیا، مصر تو کیا کسی ملک کے کسی عظیم رہنما کو اس کا عشر عشیر بھی نصیب نہیں ہوا۔ کیا فوج اور کیا عوام، کیا امراء اور کیا غریب لوگ، کیا مزدور اور کیا کسان، کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا چھوٹے اور کیا بڑے، کیا بچے اور کیا بوڑھے کیا طالب علم اور کیا اہل علم و دانش سب اس کی موت پر جسطرح پھوٹ پھوٹ کر روئے ہیں اور اسکی وفات حسرت آیات پر جس طرح غم سے نڈھال ہوئے ہیں اخبارات کے صفحات اور خبر رساں ایجنسیوں کے تاثرات اس کے شاہد ہیں۔

یہودیوں اور سامراجیوں کے بعد لے دے کے ایک جماعت اسلامی ہے۔ جس نے اس عظیم شخصیت کی موت پر ایک گونہ خوشی محسوس کی ہے۔ اور صدر جمال عبدالناصر کی وفات کی المناک خبر کو ایسے سنا جیسے اس کے سینے پر سے ایک بھاری بوجھ ہٹ گیا ہو۔ پاکستان میں جماعت اسلامی نے جمال عبدالناصر کے خلاف جو فضا برسوں کی جد و جہد کے بعد پیدا کی تھی اور سامراجی گماشتوں نے جسطرح اس کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی موت پر آہ و بکا کا جو طوفان اٹھا اس نے اس ساری محنت اور کئے کرائے پر پانی پھیر دیا اور آج روئے زمین پر اس سے بڑا جھوٹ اور کوئی نہیں ہوگا کہ صدر ناصر آمر یا ڈکٹیٹر تھے۔ عرب عوام انھیں ناپسند کرتے تھے۔ یا وہ عربوں کی تمناؤں کے خلاف برسر اقتدار تھے۔

صدر جمال عبدالناصر کے انتقال پر عرب قوم پر تو قیامت گزر گئی کیا وہ کسی آمر کی نشاندہی کرتی ہے؟ یا ایک ایسے عوامی رہنما کی جو ملت عربیہ کے جسم میں خون کی طرح گردش کر رہا تھا۔ اور جس کی موت پر عرب کے ہر حساس شخص نے یوں محسوس کیا جیسے خون کی یہ گردش یکایک رک گئی ہے ــــ!

لیکن جماعت اسلامی اور اُس کے نشر و اشاعتی ادارے ابتک لوگوں کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ صدر ناصر کی سیاسی غلطیوں نے عربوں کو کہیں کا نہ رکھا اور غلط یا صحیح وہ عربوں کی قیادت پر مسلط ہو کر عرب قوم کی تباہی کا باعث بنا۔

سوال یہ ہے کہ یہ لوگ جن کے پیٹ میں عربوں کی ھمدردی کا مروڑ اٹھ رہا ہے۔ کیا یہ عربوں کے ساتھ خود ان سے زیادہ وفادار ہیں۔ کیا اس قوم میں اپنے بھلے یا برے کی کوئی تمیز باقی نہیں رہی؟ کیا وہ دوست اور دشمن کی پہچان سے یکسر عاری قوم ہے؟ کہ پاکستان کی ایک نیم مذہبی اور نیم سیاسی جماعت اسے "الف" سے "آم" اور "ب" سے بلی کا سبق پڑھانے چلی ہے۔

یوں بھی شرافت کے آداب اور سیاست کے اخلاق کا تقاضا ہے کہ کسی بھی قوم کے رہنما اور مقتدر قائد کے خلاف کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جس سے اس قوم کے جذبات مجروح ہوتے ہوں۔ شریعت مطہرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَکْرِمُوا کَرِیْمَ قَوْمٍ کسی قوم کے معزز فرد کی عزت و تکریم کو تم بھی ملحوظ رکھو مگر جماعت اسلامی اور اس کے ذیلی ادارے اظہار تعزیت میں بھی اپنے بغض اور تنفر کے اظہار سے باز نہیں آئے اور عرب قوم کے زخموں پر نمک چھڑکنے سے گریز نہیں کرتے۔ اس سے پہلے انڈونیشیا کے عظیم قائد ڈاکٹر احمد سوکارنو کے جس طرح مودودی صاحب کی جماعت نے لتے لئے، وہ بھی شرافت کے ادنیٰ معیار سے بھی فروتر تھا اور اب صدر جمال عبدالناصر کی موت پر بھی وہ اسی روش کو اپنائے ہوئے ہے۔

مقبولیت اور محبوبیت کا یہ اعزاز جو صدر جمال عبدالناصر کے حصہ میں آیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور اس کے لطف و عنایت کا مخصوص خاص ہے۔ اور جسے یہ سعادت حاصل ہو، حاسدان تیرہ باطن اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں ــــ؟ وقت اپنا فیصلہ صدر ناصر کے حق میں دے چکا ہے اور اس کا فیصلہ سب سے مستند اور حتمی ہوتا ہے جو لوگ وقت کے اس فیصلہ کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ انھیں قرآن مقدس کے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ:-

موتوا بغیظکم

تم اپنے غیظ و غضب اور بغض و حسد کی آگ میں جل مرو۔

مضمون کی غلطیاں

•

گذشتہ شمارہ میں "جمال عبدالناصر عربوں کی آرزوؤں کا مرکز" کے عنوان سے سید سلمان شاہد کا جو مضمون شائع ہوا ہے اگرچہ بعض غلطیوں کی تصحیح گذشتہ شمارہ میں کر دی گئی ہے لیکن اس میں اور بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں اور بعض جگہ بالکل اصل عبارت کا مفہوم ہی بگڑ گیا ہے۔ اس لئے وہ مضمون صحیح صورت میں آئندہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جدید مغربی تہذیب و تمدن میں مسلمانوں کا حصہ

پروفیسر ج۔و سید کراچی

جدید مغربی تہذیب و تمدن محض سرزمین یورپ کی پیداوار نہیں ہے۔ اس کے ارتقاء اور تشکیل میں مسلمانوں کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ درحقیقت تہذیب جدید کے صالح عناصر اسلام کا عطیہ ہیں اور اس تہذیب کی گمراہیاں یورپ کی تاریخ کے خاص حالات و اسباب کا نتیجہ۔

قرون وسطیٰ میں یورپ کی حالت

یورپ میں دور جدید کا آغاز یورپین نشاۃ الثانیہ کے وقت سے کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل کا زمانہ قرونِ وسطیٰ اور "دور تاریک" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ یونان و روم کی تہذیبیں ٹیوٹن وحشیوں کے ہاتھوں خاک میں مل چکی تھیں۔ جہالت و بربریت کا دور دورہ تھا۔ امن و امان مفقود تھا۔ پاپائیت اور شہنشاہیت کی انسان کے جسم و روح پر حکمرانی تھی۔ اہل یورپ علم و تمدن کی روشنی سے محروم، جہالت کی تاریکی میں غرق تھے۔ ڈاکٹر جانسن کے الفاظ میں عیسائیت "تاریکی کی ملکہ" تھی۔ انسان کے ذہن و روح پر پوپ کا قبضہ تھا۔ ذہنی آزادی کا وجود ہی نہ تھا۔ حصولِ علم پر قیود تھیں۔ صرف اربابِ کلیسا کو پڑھنے لکھنے کا حق تھا۔ عام انسانوں کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ انجیل کو اپنے ضمیر و عقل کی روشنی میں پڑھ اور سمجھ سکیں۔ سائنس کا تو وجود ہی نہ تھا۔ اگر کوئی شخص رموز کائنات اور قوانین فطرت معلوم کرنا چاہتا تھا تو اس کو جادوگر کہا جاتا۔ اور رہبانیت کو اصل مذہب تصور کیا جاتا تھا۔ آدم کو جنت سے نکلوانے کی خطا میں عورت کو شیطان کی رشتہ دار سمجھا جاتا تھا۔ انسان کی جائز فطری خواہشات کا گلا گھونٹنے کو مذہب و تقویٰ سے تعبیر کیا جاتا تھا اس دور میں پاپائیت اور شہنشاہیت اقتدار و طاقت کے حصول کے لئے آپس میں برسرِ پیکار تھے۔

روشنی کی کرن

آخرکار کفر ٹوٹا اور مغربی دنیا میں علم و تہذیب کی روشنی پہنچی۔ یورپ نے ایک نئی کروٹ لی یورپین لبرل ازم، نشاۃ الثانیہ اور تحریک اصلاح (REFORMATION) کا آغاز ہوا۔ نئی زندگی اور نئے رجحانات کی جھلک یورپ کے ادب میں شروع ہوئی۔ اٹلی کا مشہور شاعر 'دانتے' پرانی دنیا اور نئی دنیا کی درمیانی کڑی ہے۔ عورت جو کیتھولک عقیدہ کے نزدیک شیطان کی ساتھی سمجھی جاتی تھی اور جس کا قرب باعث گناہ تھا۔ وہ دانتے کی مشہور نظم (DIVINE COMADY) میں بئیٹرس BEATRICE کی صورت میں پیکر نغمہ و نور بن جاتی ہے اور عالم روحانی میں اس کی رہنما۔ موجودہ سپین کے ایک عالم پروفیسر "مائیکل آسین" نے اسلام اور 'دانتے' کے ادبی شاہکار میں تعلق ثابت کرنے کی غرض سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "اسلام اور ڈوائن کامیڈی' (ISLAM & THE DIVINE COMEDY) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی دنیا میں انقلاب کا باعث اسلام تھا۔ جس سے سپین اور سسلی کے ذریعے یورپ واقف ہو چکا تھا۔ اور دراصل عرب کے صحرا نشینوں ہی نے یورپ کی تاریکی میں چراغ تہذیب و تمدن روشن کیا تھا۔

اسلام اور عیسائیت میں فرق

اسلام اور عیسائی نظریات میں اور دونوں کے نظاموں میں کئی بنیادی فرق ہیں۔ خلافِ عقل عیسائی عقائد و رسومات کے مقابلے میں اسلام کا سیدھا سادا عقیدہ توحید تھا جس میں توہمات اور رسم و رواج کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ عبادت کے پرتکلف آداب و رسوم بھی نہ تھے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ ملاگری (PRIESTHOOD) کا کہیں وجود ہی نہ تھا۔ اسلام نے رہبانیت اور پاپائیت کو مذہب کے خلاف قرار دیا۔ یہ کہنا کہ اسلام چند متشدد اور متعصب لوگوں کی تحریک تھا تاریخ کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اور عیسائی دنیا کا اسلام پر سب سے بڑا بہتان ہے۔ اسلام کے روز اوّل میں مسلمانوں کو جو تلوار اٹھانا پڑی وہ فرسودہ رسوم و رواج، وحشت و بربریت اور پاپائیت و قیصریت کے بتوں کو توڑنے کے لئے تھی۔ اسلام نے تو اس وقت بھی ضمیر و عقیدہ کی آزادی کا اعلان کیا اور صاف کہہ دیا کہ مذہب و ضمیر کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ آج یہی آزادی خیال و ضمیر مغربی تہذیب اور نظام جمہوریت کا بنیادی اصول ہے۔ اسلام نے بادشاہت کو ختم کر کے جمہوری نظام کی بنا ڈالی۔

اسلام کی ترقی کے اسباب

اسلام کی ترقی اور فتوحات کا سبب مسلمانوں کی محض عسکری طاقت اور ایرانی و رومی شہنشاہیت کی کمزوری اور نااہلی نہ تھا۔ بلکہ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ عوام نے جو کاہنوں کی حکومت اور کلیسائی عقائد کی الجھنوں سے اس وقت سخت بیزار اور نالاں تھے۔ اسلام کا خیر مقدم کیا اور اسے اپنا لیا۔ اسلام نے توحید الٰہی اور انسانی برادری کا تصور پیش کر کے انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلائی۔ "فیوڈل" نظام کا خاتمہ کر کے معاشی انصاف پر زور دیا۔ یونانی جمہوریت کا دنیا میں بہت شہرہ ہے لیکن درحقیقت یونانی جمہوریت مکمل اور صحیح جمہوریت نہ تھی کیونکہ یونانیوں اور رومیوں میں انسانوں کے دو مستقل طبقے تھے۔ ایک آزاد شہری اور دوسرا غلام۔ عورتیں بھی عملاً غلام طبقے سے تعلق رکھتی تھیں کیونکہ وہ آزاد شخصیت نہیں رکھتی تھیں۔ اور ایک آزاد انسان کے انسانی حقوق سے محروم تھیں۔ اسلام نے عورت کو بھی مرد کی طرح ذمہ دار انسان سمجھا اور اسے تمام مساوی حقوق دیئے۔

مسلمانوں کی علم دوستی

مسلمانوں نے حصولِ علم کو ایک مذہبی فریضہ سمجھا۔ اس عہد میں بغداد، دمشق، شیراز، قرطبہ اور غرناطہ علم و تہذیب کے سب سے بڑے مرکز تھے۔ تحصیل علم مسلمانوں کی زندگی کا سب سے نمایاں اور اہم مقصد تھا۔ اسلامی دنیا میں کتب خانوں اور رصدگاہوں کی کثرت تھی۔ کتابوں اور اہل علم کی تلاش میں دوسرے ممالک میں سفیر بھیجے جاتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ کتابیں اور عالم بطور خراج حاصل کئے گئے۔ بلاامتیاز نسل و مذہب اہل علم و دانش کو عزت و وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اور ان کو دوسروں پر فوقیت حاصل تھی۔ اعلیٰ اور ذمہ دار عہدے اُن کے سپرد کئے جاتے تھے۔ یورپ کی نشاۃ الثانیہ کا آغاز سپین کے مسلمانوں کے علم و تمدن کے زیر اثر ہوا۔ سپین نہ کہ اٹلی یورپ کی حیاتِ نو کا گہوارہ تھا۔ عربوں کے بغیر جدید یورپین تہذیب وجود میں نہیں آتی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تہذیب جدید کا مخصوص اور امتیازی عنصر یعنی سائنس اور سائنٹیفک طریقہ عربوں کا عطیہ ہے۔ اگرچہ یورپین تہذیب و تمدن کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں اسلام کی جھلک نہ ہو۔ لیکن خصوصیت سے وہ پہلو جو موجودہ دنیا اور جدید تہذیب کا طرۂ امتیاز ہے یعنی سائنس عربوں کا مرہونِ منت ہے۔ اس طریقہ کو معلوم کرنے کا فخر راجر بیکن اور اُس کے ہم نام فرانسس بیکن کو حاصل نہیں ہے۔ رابرٹ بری فو (ROBERT BRYFAULT) نے اپنی کتاب "تشکیل انسانیت" (MAKING OF HUMANITY) میں لکھا ہے کہ موجودہ دنیا کو عربوں کا سب سے اہم عطیہ سائنس ہے۔ راجر بیکن کا درجہ عربی علوم کے مبلغ اور داعی سے زیادہ نہیں ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے صاف الفاظ میں انسان کو عقل اور مشاہدہ کی طرف بلایا اور اسے تسخیر کائنات کی دعوت دی

مغربی تہذیب کی گمراہیاں

اسلامی نقطہ نظر سے مغربی دنیا کی سب سے بڑی گمراہی یہی ہے کہ اُس نے سائنس کے ذریعہ حاصل کی ہوئی طاقت کو اپنی خود غرضیوں اور نفس پرستیوں کا ذریعہ بنا لیا ہے بجائے اس کے کہ طاقت اخلاقی قدروں اور حدود کے تابع ہوتی اس نے انسان کو اپنا محکوم بنا لیا ہے۔ انسان کی طاقت کا جدید ترین مظہر ایٹم بم ہے۔ آج انسان میں اتنی اخلاقی طاقت نہیں ہے کہ وہ سائنس کی بے پناہ طاقت کو مخلوق کی تباہی اور بربادی کے لئے استعمال نہ کرے۔ ہیروشیما میں ایٹم بم کا دھماکہ شکست انسانیت کی آواز تھی۔ انسان کی طاقت نے "دیو بے زنجیر" کی شکل اختیار کر لی ہے۔

اس گمراہی کی وجہ ایک دوسری بنیادی گمراہی ہے اور وہ یورپین سیاسی نظام کی اخلاقی بندھنوں سے آزادی ہے

مجلس ذکر

کھجور کے درخت کا انتخابی نشان

یاد رکھیے

اس کو مدینہ طیبہ سے نسبت ہے

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:-

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ٥ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاھَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ٥ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَةٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ٥
(الاعراف ۶۵ تا ۶۸)

ترجمہ: اور قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں سو کیا تم ڈرتے نہیں؟ اس کی قوم کے کافر سردار بولے ہم تو تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور ہم تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ فرمایا اے میری قوم: میں بے وقوف نہیں ہوں لیکن میں پروردگارِ عالم کی طرف سے بھیجا ہُوا ہوں۔ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیرخواہ ہوں۔

بزرگانِ محترم! حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبات کے دَوران وقت کے تقاضوں کے مطابق ارشادات فرماتے رہتے تھے اور ان کا طرزِ خطاب انہی کے ساتھ مختص تھا۔ تلاوت کردہ آیات کی تفسیر فرماتے ہوئے ایک مرتبہ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہودؑ علیہ السلام کی قوم میں دو جماعتیں تھیں۔ ایک وہ جو آپؑ پر ایمان لے آئی، وہ حزبُ اللہ تھی، دوسری وہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کے نام سے تعبیر کیا ہے وہ حزبُ الشیطٰن تھی ——— مزید تشریح کرتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "اے پاکستان کے مغرور اور بے دین طبقہ! گذشتہ سطور کو غور سے اور آنکھیں کھول کر پڑھ۔ کیا قوم عاد کی طرح تُو اللہ تعالیٰ کے فرمانِ واجب الاذعان یعنی قرآن مجید کے پہنچانے والے اور اس کی طرف دعوت دینے والے علماءِ دین کو قوم عاد کی طرح بے وقوف نہیں کہتا؟ اور ان کی توہین اور ان پر مذاق نہیں کرتا؟ کیا ان علماء کی توہین کا یہ باعث ہے کہ وہ تم سے تمہاری تنخواہ میں سے حصہ مانگتے ہیں؟ یا تمہاری کوٹھیوں کا حصہ اپنی رہائش گاہ کے لئے مانگتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ان علماء کرام کا قصور فقط یہ ہے کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے فرمانِ واجب الاذعان قرآن کو اپنانے کے لئے دعوت دیتے ہیں کہ تمہارا ظاہر اور باطن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق ہو اور تمہاری نشست و برخاست اور تمہارے معاملات قرآن مجید اور اس کی تشریح کے مطابق ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ کیا علماء دین کا اس کے سوا اور کوئی قصور ہے؟ ——— اے ناعاقبت اندیش نوجوان! پھر سوچ لے کیا اس دَور میں پھر وہی سماں نظر نہیں آ رہا جو ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کے وقت کا تھا اور کیا پھر اس خدائے حیّ و قیّوم کے پیغام کے نہ ماننے اور پیغامِ حق پہنچانے والوں کے متعلق وہی فیصلہ ہونا ممکن نہیں ہے جو حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی مخالف جماعت کے حق میں ہُوا تھا؟ اے اللہ تعالیٰ کے دین کی ظاہراً اور باطناً مخالفت کرنے والے نوجوان! اللہ تعالیٰ سے ڈر، اگر تُو اس دینِ الٰہی پر عمل کرنا نہیں چاہتا تو کم از کم دینِ الٰہی کی توہین تو نہ کر۔ اسی میں تمہارا بھلا ہے اور اسی میں تمہاری خیر ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں ایسے اللہ تعالیٰ کے بندے دنیا میں ضرور پیدا ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو اپنی اپنی قوم کو ہر ملک میں قرآن مجید کا علم حاصل کرنے اور اس کو اپنا دستور العمل بنانے کی دعوت دیں گے۔ اس دعوت کے بعد دو جماعتیں ہو جاتی ہیں۔ اکثر غریب طبقہ سے تعلق رکھنے والے قرآن مجید کی تابعداری کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور دولت کے نشہ میں مخمور ہونے والے پہلی قوموں کے متکبروں کی طرح دعوت دینے والے علماء کرام کو بے وقوف کہہ کر اور زمانہ کے حالات سے ناآشنا کہہ کر خوش ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو اپنے طریق کار پر نظرثانی کرنی چاہیئے ورنہ ان کے حق میں بھی وہی نتیجہ نکلے گا جو پہلے لوگوں کے حق میں انبیاء علیہم السلام کی

مخالفت کرنے پر نکلا تھا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے روپوش ہونے کے بعد آپؐ کی امت میں کتاب و سنت کے فضلاء جنہیں اصطلاح میں علماءِ دین کہا جاتا ہے، ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج کل بھی ہیں۔ یہ گروہ کتاب و سنت کی تبلیغ علی الاعلان کر رہا ہے اور آئندہ بھی قیامت تک کرتا رہیگا۔ ان حضرات کے اعلانات متعلقہ احکامِ کتاب و سنت ہونے کے بعد پہلی قوموں کی طرح مسلمان قوم میں ایک بہت ہی تھوڑی اور چھوٹی سی جماعت ان علماءِ کرام کی ہمنوا ہوتی ہے اور ان حضرات کی دامنگیر ہوتی ہے اور ان کی ہدایات کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھالتی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ اسی قسم کے مسلمانوں سے اللہ تعالےٰ راضی ہوگا اور سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی راضی ہوں گے۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے فضل سے امیدِ کامل ہے کہ یہ لوگ دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ ان مسلمانوں کی جماعت میں خواہ مرد ہوں یا عورتیں انشاء اللہ سب کا ٹھکانا جنت ہوگا۔ اور ان تبلیغِ حق کرنے والے علماءِ کرام کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ایک بے دین طبقہ ہے اور اس طبقہ میں اکثریت دولت مند امراء کی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو علماءِ کرام ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ یہ لوگ اپنا دل خوش کرنے کے لئے علماءِ کرام کو توہین آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ علماءِ دین کے ساتھ ان کی ناراضگی کا اصلی باعث یہ ہے کہ علماءِ کرام ان کی خواہشاتِ نفسانی کے پورا کرنے میں آڑے آتے ہیں۔

پاکستان کو بنے ہوئے ۲۳ سال ہو چکے ہیں اور آج تک مسلمان یہاں اسلامی دستور کی ترویج کو ترس رہے ہیں۔ جب علماءِ کرام نے دیکھا کہ کوئی بھی پارٹی اس سرزمین میں سچے دل سے اسلامی نظام رائج کرنے کی خواہاں نہیں ہے تو انہوں نے جان کی بازی لگانے کی ٹھان لی۔ الیکشن کی دوڑ میں علماء کا شامل ہونا تھا کہ ہر طرف سے تحریری اور تقریری طور پر علماء پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ علماءِ کرام ان چیزوں سے خائف نہیں ہوں گے اور اپنا فرضِ منصبی ہر حال میں ادا کریں گے — اسلام اسلام کا شور مچانے والے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے کہ ان کی اپنی نجی اور مجلسی زندگیاں کہاں تک اسلام کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں اور پھر ڈھٹائی کی حد یہ ہے کہ مسلمانوں کے قابلِ احترام رہنماؤں یعنی علماءِ کرام پر ایسے ایسے بے بنیاد الزامات عائد کر دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ علماءِ کرام پاکستان میں اسلام کی سربلندی چاہتے ہیں۔ وہ اسلام کا نام لے کر مفاد پرستوں کا تحفظ کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ علماءِ کرام حالاتِ حاضرہ سے چشم پوشی کرکے اپنی قوم کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ ان کا ہاتھ قوم کی نبض پر ہے وہ ملک کے محروم طبقہ کی زبوں حالی کو جانتے ہیں، وہ محنت کشوں کے دکھوں سے آگاہ ہیں وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو کمیونزم اور سوشلزم کی گود میں نہیں جانے دیں گے۔ اسلام کے دامن میں جب مکمل راحت اور سکون میسر آ سکتا ہے تو علماء کیونکر اپنی آنکھیں بند کر کے بیٹھے رہیں اور اپنی قوم کو بروقت صحیح اور پُرخلوص رہنمائی بہم نہ پہنچائیں؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قوموں کے عروج و زوال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جب کسی قوم کے کمانے والے طبقوں کی کمائی پر نہ کمانے والے طبقے قبضہ کر لیں یا ان کی کمائی کا بڑا حصہ خود ہتھیا لیں تو یہ حالت انقلاب کی پیش خیمہ ہوتی ہے۔" ضرورت ہے کہ آج مسلمان اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اہمیت کو سمجھیں اور اپنی قوم کے اُن طبقوں کو جو جونک کی طرح قوم کے خون کو پی رہے ہیں انہیں مردود قرار دیں۔ جو لوگ نظامِ سرمایہ داری کی حمایت میں رطب اللسان ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ یہ انسانیت کے لئے ایک روگ ہے۔ ہماری قوم کے نوجوان انقلابی گروہ کا فرض ہے کہ وہ ان کے تسلط سے قوم کے عوام کو رہائی دلوائے اور اسلام کے عادلانہ نظام کو رائج کرے۔ جب تک یہ نہ ہوگا ہماری قوم کی زبوں حالی ختم نہ ہوگی۔ یہ بات بالکل واضح ہے — فرض کیجئے ایک گھر میں کمانے والے کم ہوں اور کھانے والے زیادہ تو وہ تمدن فاسد ہو جاتا ہے۔ ہر انسان کو بغیر کسی معقول عذر کے اپنی روزی خود کمانی چاہیئے۔ دوسروں کی محنت پر جینا، جینا نہیں بلکہ گلچھرے اُڑانا ہے، یہ زوال کا راستہ ہے۔ اسی طرح اگر کمانے والے تو بڑی محنت سے کمائیں لیکن ایک شخص یا چند اشخاص جن کے ہاتھ میں انتظام ہو، وہ ان کمانے والوں کی کمائی کا بڑا حصہ اپنے انتظام کے عوض مار لیں تو ایسا تمدن بہت دنوں نہیں جی سکتا اور انسانیت کو اس سے کبھی فلاح نہیں ملتی — انسانیت کی تباہی اور زبوں حالی کا اکثر یہ سبب ہوتا ہے کہ عام جمہور کو کھانے کو کچھ نہیں ملتا، وہ فاقے پر مجبور ہوتے ہیں اور اس طرح انہیں محتاج رکھ کر معاشی اور اخلاقی حیثیت سے تباہ کیا جاتا ہے۔ معاشی تباہ حالی سے یہ بھی ہوتا ہے کہ خالی پیٹ کی فکر میں انسانوں کو کسی اور چیز کی سدھ بدھ نہیں رہتی اور انسانی زندگی کی جو اعلیٰ ضرورتیں ہیں وہ سب بہم نہیں پہنچتیں اور اس طرح انسانیت ٹھٹھر کر رہ جاتی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہی تھا کہ ان کے ذریعے خدا کے دین کو باقی سب دینوں پر غالب کر دیا جائے اور اسلام انسانوں کو ایک ایسا نظامِ حیات دے جو سب نظاموں سے بہتر اور اعلیٰ ہو۔ آپؐ کی بعثت کا یہ مقصد اس صورت میں پورا ہوا کہ قیصر و کسریٰ کا نظام جو ایک حد تک ساری دنیا پر حاوی تھا، پاش پاش ہو گیا اور انسانیت کو قیصریت و کسرویت دونوں سے نجات ملی۔

جمعیۃ علماءِ اسلام نے بھی یہ تہیہ کر لیا ہے کہ عوام الناس کی بہبود اور فلاح کے لئے ہر ممکن قدم اٹھایا جائے اور حقیقی اسلام اس ملک میں رائج

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اسرائیل اور صیہونیت

تاریخ قرآنی کی روشنی میں!

(مولانا محی الدین ارداوی فاضل جامعہ ازہر)

مشرق وسطیٰ کے انقلابات و حوادث
پر جن لوگوں کی نظر ہے ان پر یہ بات
روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسرائیلی
حکومت جو ۱۹۴۸ء میں وجود میں لائی گئی
وہ آج صرف بلادِ عربیہ ہی کے لیے نہیں
بلکہ مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک کے
لیے اضطراب و بے چینی کا باعث
بنی ہوئی ہے۔

اس حکومت اسرائیل کی بنیاد
صیہونی پارٹی کے اغراض و مقاصد اور
اس کے اپنے مفاد کے پیش نظر ڈالی
گئی ہے ہم مناسب خیال کرتے ہیں
کہ ایک سرسری نظر قوم اسرائیل کی قدیم
تاریخ پر ڈالیں۔ آج صیہونیت کی تاریخ
اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے
طریقۂ کار پر ایک طائرانہ نظر ضروری
ہے خاص کر ایسے وقت میں جب کہ
سارے عالم کی نگاہیں اس آتش بار
خطہ کی طرف اُٹھ رہی ہیں۔

صیہونیت کی تحقیق

صیہون عربی لفظ ہے "صیہون" سرزمین
فلسطین میں ایک مقدس مقام کا نام
ہے جو جبل صیہون کے نام سے معروف
ہے یہ وہ مقدس مقام ہے جس کا احترام
یہود، نصاریٰ، مسلمان سب کرتے ہیں
آج یہ مقام عرب کے قبضہ میں ہے
ڈاکٹر ہرٹزل نے آج سے چند سال
پیشتر "حزب صیہونی" کے نام سے ایک
پارٹی تشکیل کی تھی۔ اس پارٹی کے مقاصد
میں سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اس
مقام "صیہون" پر قبضہ کر لیا جائے کیونکہ
یہی مقام پوری سرزمین فلسطین کا
کلیدی مقام ہے۔ چنانچہ تاریخ کا یہ
حادثہ پیش آگیا کہ ۱۹۴۸ء میں عرب فلسطین
کے خلاف متوازی فلسطین میں اسرائیلی
حکومت کے نام سے ایک ریاست قائم
ہو گئی۔ لیکن پھر بھی صیہون پر قبضہ کرنے
کا اسرائیلی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور
آج تک وہ مقام عربوں کے زیر حکومت ہے۔

اسرائیلی قوم کے ماضی پر قرآن کی آیات
بینات کی روشنی میں کلام کر کے ہم
بتائیں گے کہ اس قوم کی موجودہ بربریت
غدر و بے وفائی حرص و آز و جرائم کیشی
کس قدر تاریخی حقیقت بن گئی۔

اسرائیل کی سیاہ تاریخ

اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا
دوسرا نام ہے، آپ کے بارہ بیٹے تھے
اور ہر ایک سے ایک ایک قبیلہ بنا۔
اس طرح کل بارہ قبیلے آپ کی اولاد سے
ہو۔ ان قبائل کے مجموعہ کو "امت اسرائیل"
یا بنو اسرائیل کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن
کا ارشاد ہے۔

وقطعناھم اثنتی عشرۃ اسباطاً

ہم نے ان کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا،
بنو اسرائیل کی تاریخ سے یہ بات واضح
ہے کہ وہ دنیا میں ادھر سے ادھر ہمیشہ
دھکے کھاتے رہے۔ تباہی و بربادی اور
جلاوطنی ان کا دائمی حصہ رہی ہے
یورپ اور ایشیا کے ملکوں سے
بار بار اس کو دھتکارا گیا، قرآن نے
ان کا تاریخی خاکہ اس طرح کھینچا ہے۔

وقطعناھم فی الارض امما منھم الصالحون
ومنھم دون ذالك وبلوناھم بالحسنات
والسیّات لعلھم یرجعون ۰

ہم نے ان کو ٹولی در ٹولی بنایا بعض
اچھے کردار کے ہوئے اور بعض برے
اور ہم نے ان پر اچھی اور بری حالت
طاری کر کے آزمایا تاکہ نیکی کی طرف
رجوع کریں۔

غدر و خیانت، عہد شکنی اور کفران نعمت
جیسی ذلیل خصلتیں ان کی فطرت بن چکی
ہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے اس قوم کو آل فرعون کی غلامی سے
آزاد کرایا اور اللہ نے ان کی ہدایت کے
لیے توراۃ جیسا گرانقدر صحیفہ نازل فرمایا
ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد کر کے ان
کے آبائی وطن میں آزادی کی زندگی
سے ہمکنار کیا۔ ان پر اللہ نے اپنی
نعمتوں کی یوں بارش کی کہ روحانی
اور مادی ہر دولت سے نوازا کہ ان
میں داؤد، سلیمان وغیرہم جیسے انبیاء
پیدا کئے، باوجود ان تمام باتوں کے بنو
اسرائیل اپنی روائتی عظمت، آزادی اور
شرافت کی حفاظت نہ کر سکے۔ چنانچہ
حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون اور
اس کے لشکر سے نجات دینے کا واقعہ
بیان کرتے ہوئے قرآن نے اسی بات
کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

واذ نجیناکم من ال فرعون یسومونکم
سوء العذاب یذبحون ابناءکم
ویستحیون نساءکم وفی ذالکم
بلاء من ربکم عظیم ۰

ہم نے آل فرعون سے تم کو اس
وقت نجات دی جب کہ وہ تمہیں
سخت سزائیں دیتے تھے۔ تمہارے
لڑکوں کو قتل کرتے اور لڑکیوں کو باقی
رکھتے تھے، یہ تمہارے لیے بڑی کٹھن
آزمائش تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے
بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد
عروج میں مصر میں قیام فرمایا اس وقت
ان کا مرتبہ بلند ہوا اور شہرت دور دور
تک پہنچی اور رفتہ رفتہ حکومت کے
امور پر ان کا تصرف و تسلط بڑھتا گیا
اس وقت فرعون اور اس کے ارکان
دولت کو خطرہ محسوس ہوا کہ اگر یوں
ہی یہ بڑھتے گئے تو ہم پچھا جائیں گے
چنانچہ سد باب کے طور پر بنو اسرائیل
کو ختم کرنے کے لیے مختلف قوانین بنائے
گئے۔ ان میں سے ایک قانون یہ بھی
بنایا گیا کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیا
جائے اور لڑکیوں کو اپنی خدمت کے
لیے باقی رکھا جائے، آل فرعون کا یہ ستم
جب آخری حد کو پہنچ گیا تو اللہ نے
حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ جاؤ اور بنو اسرائیل

کو فرعون کے ظلم وستم اور اس کی غلامی سے آزاد کراؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس معاملہ میں فرعون اور آل فرعون سے گفتگو کی تو اس مطالبہ کو اس نے سختی سے رد کردیا بلکہ اب زیادہ بنو اسرائیل پر قیدو بند میں سختی برتنی شروع کردی۔ جب حضرت موسیٰؑ نے یہ محسوس کیا کہ اب وطن چھوڑنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تو فلسطین کی طرف بحر احمر کی راہ سے روانہ ہو گئے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو جب اس کا علم ہوا تو اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو خدا نے بچا لیا اور فرعون کو اس کے لشکریوں کے ساتھ بحراحمر میں غرق کر دیا یہ عبرتناک منظر بنو اسرائیل اس پار کنارے سے کھڑے دیکھ رہے تھے اس واقعہ عظیم کی طرف قرآن کریم نے یوں اشارہ کیا ہے۔ واذ فرقنا بکم البحر فانجینٰکم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون

یاد کرو اس وقت کو، جب ہم نے تم پر دریا کا پانی دو ٹکڑے کر کے نجات دی اور آل فرعون کو تمہاری نظر کے سامنے غرق کر دیا۔"

اسرائیل اور گوسالہ پرستی !

اس کش مکش سے نجات پانے کے بعد بنو اسرائیل مقام سیناء میں نہایت آزادی کی زندگی بسر کرنے لگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے کوہ طور پر تشریف لے گئے لیکن بنو اسرائیل نے ان انعامات خداوندی کو پس پشت ڈال دیا حضرت موسیٰ کے ساتھ خیانت کرنے لگے اور ان کے احکام سے روگردانی کی چنانچہ سامری نامی ایک شخص کی سربراہی میں ایک بچھڑا بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی قرآن نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیھم عجلاً جسداً لہ خوار الم یروا انہ لا یکلمھم ولا یھدیھم سبیلا اتخذوہ وکانوا ظالمین ٥

موسیٰؑ کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بچھڑے کا مجسمہ بنا لیا جس سے آواز نکلتی تھی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اس میں بات کرنے کی بھی قوت نہیں اور نہ کسی راہ کی طرف وہ رہنمائی کر سکتا ہے پھر بھی انہوں نے اس کو معبود بنا رکھا ہے تو یہ ان کا بڑا ظلم ہے۔

اور قرآن حکیم نے اس واقعہ شنیعہ سے پیدا شدہ تلخ نتائج کا بیان بھی اس کے بعد ہی کر دیا ہے ارشاد ہے۔ ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا وکذالک نجزی المفترین

(جن لوگوں نے بچھڑا بنا لیا ان پر خدا کا غضب ہے اور دنیاوی زندگی میں ان کو رسوائی ہوگی افترا پردازوں کے ساتھ یہی ہمارا سلوک ہے) جب موسیٰ کوہ طور سے تشریف لائے اور اس افسوسناک حادثہ کو دیکھا تو اپنے بھائی ہارونؑ سے (کہ جن کو اپنا جانشین اپنی قوم میں بنا کر گئے تھے) پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ قوم کے لوگوں نے مجھے حقیر سمجھ کر میری ہدایت کو نظر انداز کر دیا اور اپنی من مانی کرنے لگے،

اس ظلم کے بعد بھی رحمت خداوندی کا سایہ ان کے سروں پر رہا چنانچہ انہوں نے توبہ کی ان کی توبہ قبول ہوئی اور جو کتاب ابھی ابھی کوہ طور پر خدا کی طرف سے ملی تھی اس کے اوامر و نواہی کو بجا لانے کے لیے حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو دعوت دی قوم نے اپنے اس محسن کو جس نے ان کو غلامی سے آزاد کرایا تھا دشمنوں کی سزاؤں سے نجات دلائی تھی اور جو خدا کا معزز رسول بھی تھا یہ افسوسناک جواب دیا کہ ہم تمہاری باتوں کو نہیں مانتے اپنے اللہ کو ہماری نگاہوں کے سامنے کرو تو ہم مان سکتے ہیں۔ کفران نعمت اور احسان فراموشی کے اس تاریخی واقعہ اور اس کی سزا کو بیان کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا۔ واذ قلتم یا موسیٰ لن نؤمن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ٥ (تم نے جب موسیٰ سے کہا کہ جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ ایمان نہیں لا سکتے تو اس وقت دیکھتے دیکھتے بجلی کے کوندے نے تم کو پکڑ لیا۔"

اور ان تمام باتوں سے زیادہ شرمناک بات بنو اسرائیل کی یہ ہے کہ اس قوم نے آزادی عزت اور آبائی وطن کی آبادی وغیرہ جیسے اہم مسائل کو نظر انداز کر دیا۔ اجتماعی وقومی مفاد پر لات مار کر اپنے بعض شخصی اور ذاتی مفاد کی خاطر حقیر ہڈیوں کی طرف کتوں کی طرح دوڑ پڑے اور بڑے بڑے قومی اور جماعتی وقار وعزت والے امور کو خواہشات نفسانی پر بے دریغ قربان کر دیا ذرا دیکھئے کہ ان کے ہادی پیغمبر آزادی ضمیر، تعمیر قوم اور بنیادی اصول حیات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ لیکن اس وقت یہ قوم کہتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام یہ سب باتیں چھوڑو، کھانے پینے کی باتیں کرو قرآن نے ان کے اس طرز فکر کو یوں بیان فرمایا واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد الآیہ) یعنی تم نے موسیٰؑ سے کہا کہ ہم ایک کھانا کھاتے کھاتے اکتا گئے ہیں اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو کہ مختلف انواع کی سبزیاں پیدا کرے موسیٰؑ نے جواب دیا کہ تم بڑی چیز کے بدلے حقیر چیز کا مطالبہ کر رہے ہو؟ جاؤ شہر میں تمہاری منہ مانگی چیزیں وہاں ہوں گی اللہ نے ان پر رسوائی اور ذلت کی مہر لگا دی اور اللہ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا یہ اس لیے ہوا کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو بغیر وجہ جواز کے محض ظلماً قتل کرتے تھے۔

بنو اسرائیل کی قدیم تاریخ کے سیاہ اوراق کا یہ مختصر سا حصہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اغراض و کردار شروع ہی سے کیا ہیں یہ داستان زمانہ ماضی کی اسرائیلی قوم کی ہے اور یہی داستان بعینہٖ موجودہ قوم بنی اسرائیل کی بھی ہے کہ آج بھی اس کے غدر، عہد شکنی جرائم پیشگی ستم رانی اور نفس پرستی کے نئے نئے واقعات کو آنے والی نسل کے لیے صفحہ عالم محفوظ کرتا جا رہا ہے۔

حالات و واقعات

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت مولانا عبد الغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ادریس انصاری خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبد الغفور مدنیؒ

حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا۔ میرے حضرت قریشیؒ کی لوگ دعوت کرتے تھے۔ تو پُرتکلف کھانے پکاتے تھے۔ مگر حضرتؒ موٹے اناج کی روٹی اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور وہی تناول فرماتے۔ لوگ کہتے ان کے نصیب میں نہیں ہے۔ حضرتؒ فرماتے کہ پُرتکلف کھانا کھانے سے نفس خوش ہوتا ہے اور حلال اور غیر مشتبہ روکھی سوکھی روٹی سے رب خوش ہوتا ہے۔ ہمیں رب کی خوشی منظور ہے۔ نفس کی نہیں حضرتؒ نے فرمایا۔ مِلَاكُ الدِّينِ الْوَرَعُ دین کا سرمایہ پرہیزگاری ہے۔ یا دین کی بقا پرہیزگاری پر موقوف ہے۔

حسن بصریؒ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا۔ میں ورع سیکھنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اَنَا لَسْتُ بِاَهْلِ الْوَرَعِ۔ میں اہل ورع سے نہیں ہوں۔ تم فلاں بزرگ کے پاس جاؤ۔ وہ اہل ورع میں سے ہیں۔ کیونکہ میں تو اُمراء کے ہاں دعوتیں کھاتا ہوں۔ اور اُن کا مال مشتبہ ہے۔ لہٰذا میں اہل ورع میں سے نہیں ہوں۔ جب یہ صاحب وہاں تشریف لے گئے تو وہ ہل چلا رہے تھے۔ اُن سے اپنی آمد کی غرض بیان کی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ جب حسن بصریؒ نے کہا تھا۔ اس وقت درست تھا۔ مگر اب نہیں۔ کیونکہ میں نے جب ایک دفعہ اپنے بیل کو چھوڑا۔ تو وہ دوسرے کے کھیت میں گھس گیا تھا۔ اس کے پیروں میں دوسرے کھیت کی مٹی لگ گئی۔ جس کو لے کر وہ میرے کھیت میں آ گیا۔ تو اس وقت سے میری زمین بھی مشتبہ ہو گئی۔ کیونکہ اس میں ملکیت غیر شامل ہو گئی۔

اس واقعہ کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا آج کل ہر شخص قطب بننے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ اندر سے خالی ہوتے ہیں۔ جس ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہیں تو بچہ کو کیا خاک پلائے گی۔ ہر شخص قطب بننے لگا تو لوگوں کو کیا خاک سکھلاؤ گے غرضیکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ حرام سے پرہیز کریں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کپڑا دس روپیہ کا ہے جس میں ۹ روپے حلال کے ہیں اور ایک حرام کا تو اس کپڑے کا ایک دھاگہ بھی جب تک بدن پر باقی رہے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی —— فرمایا دنیا کیا ہے حَلَالُهَا حِسَابٌ وَ حَرَامُهَا عَذَابٌ اس کے حلال کا حساب ہے اور اس کے حرام میں عذاب ہے۔

حضرت امام شعرانیؒ ادب کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔ حضرت امام شعرانیؒ کے ادب کا یہ حال تھا خود فرماتے ہیں کہ میں مصر میں تیس۳۰ سال سے رہتا ہوں مگر اس عرصہ میں میں نے مدینہ کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے نہ سوتے ہوئے نہ جاگتے ہوئے یہ سُن کر حضرت مدنیؒ نے ارشاد فرمایا یہ تھا ان حضرات کا ادب پھر کیوں محروم رہتے —— یہی امام شعرانیؒ عَلِیُّ الْخَوَّاصُ "اُمّی" (ان پڑھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے کئی روز کے بعد فرمایا حضرت کچھ مجھے بھی بتلا دیجیے۔ حضرت علی الخواصؒ نے فرمایا صوفیا کا اس پر اتفاق ہے۔ اَلْمُلْتَفِتُ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ لَا یَصِلُ۔ اللہ کے غیر کی طرف التفات کرنے والا واصل بخدا نہ ہوگا۔ تم کتابوں اور علموں میں پھنسے ہوئے ہو پہلے ان کتابوں کو مصری بازار میں فروخت کرو۔ اور ان کی قیمت فقراء میں تقسیم کرو۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا وہ مرید نہیں جو سونا اور مٹی میں فرق نہ کرے۔ آخر شیخ نے ایسا ہی کیا شیخ عبد الوہاب بیان کرتے ہیں کہ اب حضرت نے مجھ سے فرمایا۔ خلوت اختیار کرو۔ اور مخلوق کے ساتھ میل جول نہ کرو۔ میں کرتا رہا۔ کرتا رہا آخر یہ کیفیت پیدا ہو گئی۔ کہ لوگوں سے مجھے نفرت ہو گئی۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت اب لوگوں سے مجھے نفرت ہو گئی ہے۔ کیونکہ لوگ معصیت میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ حضرتؒ نے سُن کر فرمایا۔ ابھی ناقص ہو۔ یہ خیال کرو کہ میں گندہ ہوں۔ شیخ بیان کرتے ہیں۔ کہ تھوڑے عرصہ کے بعد یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ میں اپنے کو کتا سمجھنے لگا۔ اس کے بعد مجھے جلوت "مخلوق سے میل جول" کی اجازت دی۔ اور فرمایا اِنَّ عُلُوْمَكَ وَ عُلُوْمُ الْوَهْبِیَّۃِ بَیْنَكَ وَ بَیْنَ عُلُوْمِ الْوَهْبِیَّۃِ اَلْفُ اَلْفِ حِجَابٍ۔ جاؤ اس علم کو دریا میں پھینکو میں نے اپنے علوم کو دریا میں پھینک دیا۔ پھر علم وہبی ملا۔

ہمارے حضرت مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ آخرت کی طلب ہو۔ تو فقراء کی خاک روبی سلاطین کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ فقراء کی صحبت میں قربِ الٰہی حاصل ہوگا۔ خوف و خشیت کی آگ شہوت و حرص کے خرمن کو جلا دے گی —— اپنے قلب کو وسیع رکھو۔ پھر راستہ کی تمام مشکلات دور ہو جائیں گی۔

ایک صحابی مدینہ سے نکل کر فارس پہنچ گئے۔ لوگوں نے وہاں کے بادشاہ کے سامنے اُن کی شکایت کی۔ کہ اس کا اثر بہت پھیلتا جا رہا ہے بادشاہ نے اُن کو طلب کیا۔ اور کہا کہ جو کچھ تم مجھ سے طلب کرو۔ میں تم کو دوں گا۔ مگر تبلیغ اسلام نہ کرو انہوں نے جواب دیا۔ لَمَوْضِعُ شِبْرٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْهَا۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

"بعض عرب حکمرانوں نے ذاتی مفاد کیلئے عرب ازم کے مقابلہ میں اسلام کو لا کھڑا کیا ہے"

"عرب قومیت کا نعرہ اسلام کے خلاف نہیں"

"ہم کمیونسٹوں اور رجعت پسندوں کے سخت خلاف ہیں"

صدر جمال عبدالناصر مرحوم سے ایک امریکی صحافی کا اہم انٹرویو

مشہور امریکی صحافی جیمز بیل نے ۱۹۶۷ء کے شروع میں متحدہ عرب جمہوریہ کے سابق صدر جمال عبدالناصر مرحوم سے ایک ملاقات کر کے اہم سوالات کا جواب لیا تھا۔ ذیل میں وہ انٹرویو سپرد اشاعت کیا جاتا ہے۔ ترجمہ ظفر بیابانی صاحب نے کیا ہے۔ (ادارہ)

جیمز: آپ نے عرب اتحاد کے لئے بڑی کوششیں کی ہیں۔ آپ نے ہر مرتبہ یہ بھی محسوس کیا ہوگا کہ آپ کی کوششیں رائیگاں گئیں۔

ناصر: آپ اپنی بات کی وضاحت کریں۔

جیمز: یمن میں بادشاہت ختم کر دی گئی ہے اور امام بدر سے اقتدار چھین لیا گیا ہے۔ عراق میں انقلاب آ گیا ہے۔ شام میں بھی انقلاب آیا ہے۔ اب آپ کو نئے سرے سے ان حلقوں سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔

ناصر: ہاں یہ سب کچھ صحیح ہے۔ عرب اتحاد میں یہ رکاوٹیں وقتاً فوقتاً پڑتی رہتی ہیں لیکن یہ رکاوٹیں عرب اتحاد کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ ان کی کچھ اور حیثیت بھی ہے مثلاً یہ کہ انقلاب آنا یا حکومتوں کا غیر معمولی طریقے سے بدلنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ معاشرہ میں یا تو انصاف کا حصول مشکل ہو گیا ہے یا پھر وہاں اقتصادی مساوات نہیں ہے ہمیں عربوں کو ان تمام مشکلات پر بھی قابو پانا ہے ہم ان سب سے نمٹتے ہوئے ہی آگے بڑھیں گے۔

جیمز: محترم! آپ یہ بتائیے کہ عرب کبھی ماضی میں بھی متحد رہے ہیں؟

ناصر: ماضی میں عرب تین دفعہ متحد ہو چکے ہیں اور وہ اتحاد ایسا تھا کہ ہم اس پر فخر کر سکتے ہیں۔ اسلام سے قبل عرب متحد تھے اور پھر اسلام پھیلنے کے بعد بھی عرب متحد ہوئے اور اس کے بعد تیسری مرتبہ اس وقت متحد ہوئے جب صلیبی جنگوں میں غازی صلاح الدین کے ہاتھوں عربوں کی کمان آئی۔ اور اس کے بعد ہم اس وقت تک متحد رہے جب تک مرکز اسلامیہ کو عرب سرزمین سے باہر نہ لے جایا گیا۔ ترک دار الحکومت کو استنبول لے گئے اور اس طرح عربوں پر عثمانیوں کی حکومت شروع ہوئی تو عرب قبیلوں کا اتحاد باقی نہ رہا۔ وہ اختلافات میں الجھ گئے اور پھر جو کچھ ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔

جیمز: میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عرب ہمیشہ متحد رہے یا کہ ان میں کچھ اختلافات ہمیشہ باقی رہے۔

ناصر: عربوں میں کچھ اختلافات نہیں رہے ہم جب متحد ہوئے تو طاقتور ہوتے اور اس طرح بیرونی طاقتیں ہم میں اختلاف ڈال دیتیں اور ہمارا اتحاد ختم ہو جاتا۔ آپ جانتے ہیں تاریخ میرا موضوع ہے اور میں اس کا استاد بھی رہا ہوں۔ جب میں اسٹاف کالج میں تھا تو تاریخ پڑھایا کرتا تھا۔ اب بھی آپ دیکھیں ہم کافی تعداد میں ہیں۔ عرب ملکوں کا محل وقوع اچھا ہے وہ تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اب اگر سب عرب متحد ہو جائیں تو ہمیں کوئی بھی شکست نہیں دے سکتا۔ غرضیکہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ اتحاد ہے میں اس کے لئے کوشش کر رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

جیمز: ابھی ابھی (۱۹۶۳ء کے اوائل میں) آپ عراق اور شام کے لیڈروں سے ملے تھے۔ ان سے اس موضوع پر بات چیت ہوئی۔

ناصر: آپ ایک بات یاد رکھیں گے کہ اتحاد کی بنیاد کو ہمیشہ مضبوطی سے اٹھانا چاہیئے۔ بنیاد جتنی مضبوط ہوگی ہم اتنے ہی زیادہ متحد ہو سکیں گے۔

شام اور مصر کے اتحاد کا مرکز

جیمز: شام سے آپ کا اتحاد ختم ہو گیا۔ از راہ کرم اس پر کچھ روشنی ڈالئے۔

ناصر: آپ کا سوال بہت اچھا ہے شام کے صدر شکری القواتلی (اب ان کا انتقال ہو چکا ہے) مجھ سے ملے تو انہوں نے کہا کہ ہم مصر سے اتحاد چاہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ یہ بہت ہی اچھا خیال ہے۔ وہ کہنے لگے۔ شام میں کمیونسٹ سر اٹھا رہے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم سب کمیونسٹوں کا مقابلہ کریں۔ میں نے کہا یہ مسئلہ آپ کا ہے۔ ہمارے یہاں تو کمیونسٹوں کے سر اٹھانے کا امکان تک نہیں۔ شکری القواتلی نے کہا۔ یہ اتحاد جلد سے جلد ہو جانا چاہیئے۔ لیکن میں نے جواب دیا اس معاملے میں جلدی سے نقصان ہوگا بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس پر مصر و شام کی رائے لے لی جائے۔ وہ کہنے لگے یہ سب کچھ بعد میں بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے شام کے سربراہ سے پھر ایک اور بات کہی وہ یہ کہ یہ اتحاد فیڈریشن کی صورت میں ہوگا اور دونوں ملک زیادہ سے زیادہ اختیارات رکھ سکیں گے۔ شکری القواتلی نے کہا۔

یہ کیسا اتحاد ہوگا کہ اختیارات دونوں ملکوں میں رہیں گے ۔ میں نے کہا ہاں ! اتحاد کی اچھی صورت یہی ہے ۔ ہم حکمران ضرور ہیں لیکن ہمیں عوام کی رائے بھی معلوم کرنا چاہیئے ۔ دونوں ملکوں کو فیڈریشن کی صورت میں متحد ہو جانے دیجئے ۔ اس کے بعد دونوں ملکوں کے عوام برضا و رغبت جو چاہیں گے کریں گے ۔ لیکن شکری القواتلی نہ مانے ۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنے ملک میں سیاسی جماعتوں کو ختم کر دیا ۔ میں نے اس پر کہا کہ یہ غلط ہوا ہے یہ موقعہ اس کے لئے موزوں نہ تھا ۔ اب سیاسی جماعتوں کے خاتمے کے بعد سیاست میں ایک خلاء پیدا ہو جائے گا ۔ پھر اس کے بعد بےنکیل کے اونٹ کی طرح جس کا جی چاہے گا کرے گا ۔ وہ اس بات سے بھی متفق نہ ہوئے جب اتحاد کا وقت آیا تو میں نے پھر کہا دیکھو میں آج تک شام نہیں گیا ہوں ۔ لہٰذا مجھے نہیں معلوم کہ وہاں کے لوگ کس طرح کے مزاج رکھتے ہیں اور خود مختاری اور اعلیٰ اقتدار کے بارے میں ان کے خیالات کیا ہیں ۔ شام کے سربراہ نے یہ بات بھی اس کان سنی اس کان سے نکال دی ۔ چنانچہ نتیجہ وہی نکلا جس کا مجھے ڈر تھا ۔ اب ہمارا اتحاد ختم ہو چکا ہے ۔ لیکن ۱۹۵۸ء کے بعد ۱۹۶۳ء تک کے عرصے میں ہم نے بہت سے سبق سیکھے ہیں اور عرب اتحاد کے لئے ہم جن کوششوں میں مصروف ہیں ان میں ہم گذشتہ غلطیوں کا اعادہ نہ ہونے دیں گے ۔

جیمز : ابھی آپ نے کہا کہ شام و مصر کے اتحاد کے ختم ہونے سے آپ کو کئی سبق ملے کیا آپ ان کی وضاحت کریں گے ؟

ناصر : پہلا اور بڑا سبق تو یہی ملا کہ ہر بات میں عوام کی رائے کو مدِّنظر رکھنا بہت ضروری ہے اور دوسرا یہ کہ ملک میں رائے عامہ کو منظم کیا جانا چاہیئے اس کے لئے ہم نے مزدوروں ، کسانوں ، دانشوروں اور فوجی جوانوں میں رابطے کی تحریک چلائی ۔ اس تحریک میں ہم نے کمیونسٹوں کو شامل نہیں کیا ۔ کیونکہ ان سے ہم کو کوئی امید وابستہ نہیں ۔ ایسے ہی ہم نے رجعت پسندوں کو بھی اس مہم میں شامل نہیں کیا ہے ۔

عرب اتحاد کی نئی صورت

جیمز : پھر اب اگر اتحاد ہوا تو اس کی کیا صورت ہوگی ؟

ناصر : ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم ان تمام ملکوں میں جو ہم سے اتحاد کرنا چاہیں گے ترقی پسند سیاسی جماعتیں منظم کریں گے اور ہم ان میں کمیونسٹوں کو اور رجعت پسندوں کو شامل نہیں کریں گے ۔ شام اور عراق میں بعث پارٹی بااثر جماعت ہے اور عرب قوم پرست ، عراق ، شام ، کویت اور اردن میں بہت بااثر ہیں ۔ جیسا کہ میں نے مئی کے اعلان (مئی ۱۹۶۳ء) میں کہا تھا کہ عرب اتحاد کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہم خود کو تمام مسائل کے چنگل سے نکال سکیں ۔ ہمیں کمیونسٹوں کا مقابلہ کرنا ہے ، ہمیں رجعت پسندوں کا بھی سامنا ہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان دونوں طاقتوں کو شکست دے سکیں ۔ ہم اس اتحاد میں الجزائر کو بھی شامل کر سکتے ہیں ۔

جیمز : عراق اور شام اس پر کہاں تک تیار ہیں ؟

ناصر : وہ اس سلسلے میں ہم سے قطعی متفق ہیں ۔

جیمز : اس اتحاد کے لئے لائحہ عمل کیا ہوگا ؟

ناصر : ہم چاہتے ہیں کہ ہم کچھ کمیٹیاں بنائیں تاکہ ہم سب اصولوں پر اتفاق کریں وہ کمیٹیاں ایک آئین بنائیں اور پھر عوام سے اس اتحاد کے بارے میں رائے لی جائے ۔

جیمز : آپ ان حکومتوں سے اس کی منظوری پہلے کیوں نہیں لیتے ۔ عوام بعد میں رائے دیتے رہیں گے کیا عوامی استصواب بہت زیادہ ضروری ہے ؟

ناصر : جی ہاں ! حکومت کی مرضی سے پہلے عوامی رضا معلوم کرنی ضروری ہے اور میں اب عوامی استصواب کو ضروری سمجھتا ہوں ۔

جیمز : اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ عرب ملکوں کو آزاد کرایا جائے گا ۔ اس آزاد کرانے سے کیا مراد ہے ؟

ناصر : (قہقہہ لگا کر) ہماری جانب سے کبھی ایسی بات نہیں کی گئی ۔ لیکن اگر کسی نے ایسی بات کی ہے تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ اب بھی بعض عرب ملک مغربی ملکوں کے زیر اثر ہیں ۔ انہیں اس اثر سے نکالنے کی ضرورت ہے ۔

داخلی پالیسیوں کا ذکر

جیمز : اب مصر میں سیاسی سرگرمیوں کا کیا حال ہے اور آئندہ دس پندرہ برسوں میں یہ سرگرمیاں کیا رُخ اختیار کریں گی ؟

ناصر : میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اب ہم مضبوط نظام حکومت قائم کر رہے ہیں ۔ ہمارا نظام ایسا نظام ہے کہ اس میں سب کو شریک ہونے کا حق ہے لیکن ہم نے اس نظام میں جاگیرداروں اور کمیونسٹوں کو شمولیت کا حق نہیں دیا ہے ہمارے ہاں ۴۵ لاکھ افراد کو ووٹ کا حق ہے ۔

جیمز : تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب مصر میں ایک سے زائد پارٹیاں کبھی نہ بن سکیں گی اور صرف ایک ہی سیاسی پارٹی رہے گی ۔

ناصر : نہیں ۔ عرب سوشلسٹ یونین کو ایک سیاسی جماعت مت کہئے ۔ ہم نے اس میں مزدوروں ، کسانوں ، قومی سرمایہ داروں اور دانشوروں کو شامل ہونے کا حق دیا ہے ۔ اس طرح یہ جماعت مختلف طبقوں کی نمائندہ ہے اس کے ساتھ ساتھ ہم نے جماعت میں مختلف گروہ بنائے جانے پر بھی پابندی نہیں لگائی ۔ چنانچہ یہاں اختلاف رائے کا عنصر موجود ہے ۔ مثلاً کسان یہ کہتے ہیں کہ مزدور نسبتاً کم محنت کر کے اچھا معاوضہ حاصل کر رہے ہیں ۔ اس لئے ہماری آمدنی بڑھائی جائے ۔ اسی طرح دانشور کہتے ہیں کہ قومی سرمایہ داروں کے پاس زیادہ روپیہ چلا گیا ہے ۔ غرضیکہ اختلاف

جاری ہے ۔

جیمز: تو پھر اختلافات کو طے کرنے کا طریقہ کیا ہوگا ؟

ناصر: یہ اختلافات عام جلسوں، قومی اسمبلی یا دوسرے مرکزوں میں طے ہو سکتے ہیں ۔ لیکن سب کو یونین میں رہ کر ہی اختلافات طے کرنے ہوں گے ۔ یہ ضروری ہے ۔ اس لئے کہ اگر اختلافات کا حل ان لوگوں نے یونین سے باہر نکل کر کیا تو مجھے یقین ہے کہ انہیں کمیونسٹ اشتعال دلا سکتے ہیں ایسا ہی خطرہ رجعت پسندوں کی طرف سے بھی ہے ۔

اسلام اور عرب ازم

جیمز: اسلام اور عرب ازم کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں ہیں کیا یہ صحیح ہے کہ عرب ازم اسلام سے متصادم ہے ۔

ناصر: اس سلسلے میں بہت طویل جواب دوں گا ۔ اس لئے کہ یہ بہت ہی اہم بات ہے ۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اسلام ایک مذہب ہے جس کے ماننے والے دنیا کے ہر گوشے میں موجود ہیں ۔ امریکہ ، یورپ ، افریقہ اور ایشیا میں ہر جگہ مسلمان ہیں یہ سب اسلام کے پیرو ہیں ۔ جغرافیائی عوامل کی وجہ سے ان کی تہذیب ، ان کی ثقافت ، ان کی زبان ، ان کا رہن سہن سب کچھ مختلف ہے ۔ مذہب کا رشتہ بہت مضبوط ہے جغرافیائی لکیریں مٹائی نہ بھی جائیں تب بھی اسلام اپنی جگہ اسلام رہیگا ۔

آپ نے ابھی کہا تھا کہ اسلام اور عرب ازم آپس میں متصادم تو نہیں ہیں ۔

اس کا جواب یوں سمجھئے کہ یہ ہرگز آپس میں متصادم نہیں ۔ اس لئے کہ جب مصر میں رہنے والا مصری ، عراق میں رہنے والا عراقی ، ایران میں رہنے والا ایرانی مسلمان ہو سکتا ہے تو اس بڑے خطّے کے بسنے والے عرب کیوں مسلمان نہیں ہو سکتے ۔

عرب ازم کا فلسفہ

یہ ایک بڑا خطّہ ہے ، اس کی زبان ایک ہے ، اس کی تاریخ ایک ہے ، ثقافت و تہذیب ایک ہے ، لوگوں کا رہن سہن ایک ہے ۔ غرضیکہ فوری طور پر ایسی کوئی جذباتی رکاوٹ نہیں ہے جو ان کو متحد نہ ہونے دے جیسی کہ دوسرے اسلامی ملکوں میں ہوتی ہے ۔ آپ نے دیکھا ہوگا وہاں اگر دو مسلمان ملکوں میں اختلاف ہوں تو دونوں اپنے آپ کو اسلامی کم اور اپنے قومیت کے رشتے کو زیادہ اہم گردانتے ہیں اور اگر ان میں لڑائی ہو جائے تو دونوں اسے مقدس مذہبی جنگ (جہاد) کا نام دیتے ہیں کیا یہ صحیح ہے ؟

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم اسلام کو ترک کر رہے ہیں ۔ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ اتحاد کے لئے عرب ازم کا نام لیا جانا چاہیئے تاکہ اگر کبھی اس طرح خونریزی ہو تو اسے مقدس مذہب سے کسی طرح بھی وابستہ نہ کیا جائے ۔

جب ہم نے عرب ازم کا نعرہ لگایا تو اس کے پیچھے بھی کئی اسباب تھے ۔ سب جانتے ہیں کہ عرب پسماندہ اقوام میں سے ایک ہیں ۔ اب وہاں تیل کے ذخیرے نکل آئے ہیں تو بڑے ملکوں کی نظریں ان پر لگی ہوئی ہیں ۔ کمیونسٹ یہ چاہتے ہیں کہ اس علاقے کو اپنے اثر میں لے لیں ۔ ہم ان کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور ان سے مخالفت کرنے میں عرب ازم کو استعمال کرتے ہیں ۔ دوسری طاقتیں رجعت پسندوں کی ہیں انہوں نے کئی عرب ملکوں کے وسائل پر پوری طرح قبضہ کر رکھا ہے اب وہ انہیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتیں ۔

ادھر ان عرب ریاستوں کے حکمران بھی ان طاقتوں سے دامن نہیں چھڑانا چاہتے ۔ اس لئے کہ ان رجعت پسندوں کا ہاتھ ان کے سر سے اُٹھتے ہی عرب عوام انہیں تخت و تاج سے اتار پھینکیں گے ۔ اس نکتہ پر وہ طاقتیں اور بعض عرب کے حکمران متفق ہو گئے ہیں اور انہوں نے محض ذاتی مفاد کے لئے عرب ازم کے مقابلے میں اسلام کو لا کھڑا کیا ہے تاکہ لوگ جذباتی طور پر ان کا ساتھ دیں لیکن ایسی جذباتی باتیں کب تک چلیں گی ۔

(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۳ر جولائی ۱۹۶۷ء)

بقیہ: درس قرآن

لکھا جاتا ہے اسے کوئی پھر نہیں مٹا سکتا اور پھر اسی طرح اللہ کے حضور وہ ہماری باتیں پیش ہوں گی ۔ ہمارے اعمال پیش ہوں گے ۔ تو میرے بزرگو ! اگر ہمیں یہ یقین ہو جائے تو پھر میرا خیال ہے کہ ہم باتیں بھی تول کر کریں ، ہم اپنے اعمال کا بھی محاسبہ کریں ، اپنے ارادوں کو بھی اسی زاویے پر بنائیں جو رب العالمین کو پسند ہے ۔

مجھ سے ایک بزرگ نے کچھ سال پہلے ایک واقعہ بیان کیا ۔ ایک لکڑیاں بیچنے والا شخص تھا وہ اس سے لکڑیاں خریدنے لگے ۔ تو کہا کہ بھائی صاحب ! بات ایک ہی کرو ، پتہ چل جائے کہ کتنے پیسے تم نے لینے ہیں ۔ بظاہر تو تو وہ مزدور تھا لکڑی بیچنے والا ۔ اس نے کہا ۔ حضرت صاحب ! بات سنو ، مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۵ (ق ۱۸) میں جو بات کہہ رہا ہوں اس نیت سے نہیں کہہ رہا کہ میں نے سودا تھوڑا بیچنا ہے کہ زیادہ بیچنا ہے ۔ میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرتا بلکہ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ ۔ میں جو اپنے منہ سے بات نکال رہا ہوں ، میں سمجھتا ہوں کہ میرا بھاؤ مقرر کرنا بھی فرشتے لکھ رہے ہوں گے ۔ اگر لینے والے کو ، دینے والے کو ، دکاندار کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اتنی لمبی باتیں کرتا ہوں کبھی دو روپے ، کبھی چار روپے ، کبھی آٹھ روپے ، تو فرشتے تو لکھ رہے ہوں گے اگر اس بات پر ہمارا یقین ہو جائے تو پھر بتاؤ ہمارے معاشرے کی کتنی اصلاح ہو جائے گی ۔ (باقی آئندہ)

درس قرآن

انسان پر اللہ تعالےٰ کی نعمتیں

از: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۷)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:-
وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَاۗىِٕرٌ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (النحل ۵ تا ۹)

میرے بزرگو اور بھائیو! اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اکثر آیات آفاقی بیان فرمائی ہیں۔ "آفاقی" سے مراد یہ ہے کہ زمین اور آسمان، چاند اور سورج انسان کے فائدے کے لئے بنائے ہیں۔ تو کیا بندہ اس بات کو نہیں جانتا کہ چاند مجھے روشنی دیتا ہے، سورج مجھے روشنی اور گرمی دیتا ہے۔ پانی میری پیاس بجھاتا ہے، آگ میرے بدن کو گرم کرتی ہے، بندہ سب کچھ جانتا ہے مگر پھر اللہ تعالےٰ آفاقی دلائل کو بیان فرماتے ہیں ـــ حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بندے کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اے بندے! دیکھ تیرے لئے میں نے کیا کچھ بنایا؟ یہ زمین، یہ آسمان اور ساری کائنات تیرے لئے ہے۔ تُو میرا خلیفہ ہے۔ اگر تُو پھر میری نافرمانی کرے، تو میری مخالفت کرے۔ مجھ سے روگردانی کرے، میرے حکموں کو نہ صرف ٹالے بلکہ ان کو ٹھکرانے کی کوشش بھی کرے تو یہ تیرے لئے زیبا نہیں ہے جیسا کہ سورتِ بقرہ میں فرمایا کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ۚ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (البقرہ ۲۸)

فرمایا۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ، اے انسانو! تم اللہ کے کیسے منکر ہو سکتے ہو؟ یعنی تمہیں منکر ہونا نہیں چاہیئے۔ تمہیں اللہ تعالےٰ کے ساتھ کفر کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا تم پر اللہ تعالےٰ کی تمام نعمتیں ہیں، تمہارا وجود اللہ تعالےٰ کی رحمت، تمہیں پیدا کرنا اللہ تعالےٰ کی رحمت، پھر تمہارے لئے خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ق (البقرہ ۲۹) یہ ساری کائنات تو ہو گئی تمہارے لئے، تو تم اللہ کا کھا کر اللہ ہی کی مخالفت کرو، یہ کتنے تعجب کی بات ہے؟ اور اسی کو دوسرے مقام پر فرمایا یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ ــــ اے انسان! مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ۝ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ۝ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ۝ (الانفطار ۶ تا ۸) فرمایا۔ اے انسان! مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ۝ تجھے کس نے بھڑکایا؟ کس نے دھوکا دیا؟ کس نے تجھے مغرور کیا؟ اپنے کریم رب کے مقابلے کے لئے ـــ؟ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ۝ وہ تیرا رب جو بڑا کریم ہے۔ اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ ط انسان تو احسان کا بندہ ہوتا ہے ـــ یعنی احسان، اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا اور کم از کم محسن کا مقابلہ نہ کرنا، اپنے محسن کے سامنے آنکھیں نیچی کر لینا۔ انسان تو بجائے خود رہا۔ ہر ذی شعور مخلوق کے لئے گویا ایک قسم کی فطرت ہے کہ کسی محسن کے مقابلے میں وہ نہیں آتی ـــ تو فرمایا کہ اے انسان! ـــ انسان کا لفظ فرمایا یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ ـــ اے انسان! تُو تو اُنس سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہی محبت ہے تجھے تو میرے ساتھ محبت کرنی چاہیئے تھی، میری پیروی کرنی چاہیئے تھی، میری اتباع کرنی چاہیئے تھی لیکن تُو؟ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ۝ تجھے کس نے مغرور کیا؟ کس نے بھڑکایا؟ کس نے تجھے دھوکا دیا ربّ کریم کے مقابلے کے لئے؟ وہ رب جو تم پر بڑا کریم ہے ـ اس کی رحمتوں کا شمار؟ کچھ تھوڑا سا بیان فرمایا، اَلَّذِیْ خَلَقَکَ ـ جس نے تجھے بنایا، فَسَوّٰکَ، اور پھر تجھے برابر کیا، فَعَدَلَکَ ۝ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ۝ اور پھر تجھے ایسے وجود میں ڈھال دیا، ایسی شکل میں ڈھال دیا، ایسی شکل میں تجھے بنایا، جو اللہ چاہتا تھا۔ تیری شکل کا خالق اللہ تعالےٰ، ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ (التغابن ۲) وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ (التغابن ۳) کہ اے انسان! تجھے میں نے پیدا کیا، تجھے میں نے شکل دی اور تیری تصویر ساری کائنات میں سے بہتر میں نے بنائی۔ اور پھر تُو میرے ہی مقابلے میں آ گیا؟ ـــ اور پھر فرمایا۔ کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۝ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الانفطار ۹ تا ۱۲) اے انسان! تو قیامت ہی کا منکر ہے۔ تو خداوند تعالےٰ کے پیش ہونے کا عملاً منکر ہے، اس لئے تو خدا کی مخالفت کرتا ہے۔ اگر تیرے دل میں یہ بات آ جاتے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اور جو کچھ میں کرتا ہوں جو کچھ میں سوچتا ہوں، یہ ساری کی ساری باتیں اللہ کے حضور میں ہیں، اور وہ میرے اعمال و افعال کا قیامت کے دن محاسبہ کرے گا، تو پھر تجھے اس رب کریم کے مقابلے میں آنے کی جرأت اور طاقت نہ ہو سکے گی ـــ بڑے پیار سے سمجھایا، بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۝ تیری ہر بات کے لکھنے والے موجود ہیں، اگر تجھے یہ یقین ہو جائے، میرے بھائیو! اگر ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ ہماری ہر بات ریکارڈ ہوتی ہے۔ اور پھر وہ ریکارڈ بھی ایسا ہے کہ اُس کی ریلیں ویلیں مٹائی نہیں جا سکتیں، جو ہم بولتے ہیں، وہ لکھتے ہیں، جو

(باقی صـ۱۲ پر)

مقدّس ترین خواتین

محمّد سلیم ضیاء، لاہور

حضرت عائشہ رضؓ آپ حضرت صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کا نام اُمّ رومان تھا۔ حضور اکرمؐ کی صرف یہی ایک بیوی ہیں جن سے حضورؐ نے کنوارے پن میں نکاح فرمایا۔

حضورؐ اکرم کو نبوت ملنے کے چار یا پانچ سال بعد آپ پیدا ہوئیں۔ جب ان کی عمر چھ برس کی تھی تو حضورؐ سے ان کا نکاح ہوا۔ اور رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مرد تو بہت کامل ہوئے ہیں۔ لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران۔ آسیہؓ زوجہ فرعون۔ خدیجہؓ (زوجہ رسولؐ) اور فاطمہؓ (دختر رسولؐ) کامل ہوئیں۔ اور عائشہ کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

آپ نے حضورؐ کی خدمت میں نو برس گذارے۔ اور حضور سے خوب علوم حاصل کئے۔

مروی ہے۔ کہ آپ کی تمام بیویوں سے آپ کا علم زیادہ تھا۔ آپ نے حضورؐ کی وفات کے بعد بڑی فیاضی اور مستعدی سے علم دین کی اشاعت کی۔ اور اسے خوب پھیلایا۔ ہر سال حج کے لیئے تشریف لے جاتیں۔ اور مختلف شہروں سے آئے ہوئے لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتی تھیں۔ اپنے والد کے زمانے میں ہی مفتی ہو گئی تھیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ بھی ان سے دینی معلومات حاصل کیا کرتے تھے۔

حدیث شریف کی کتابوں میں ان کے فتوے کثرت سے آتے ہیں۔ لوگ ان سے خصوصیت کے ساتھ حضور اکرمؐ کی خانگی زندگی کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔ اور آپ بے تکلفی سے ان کے جوابات دیا کرتی تھیں۔

آپ روزے کثرت سے رکھا کرتی تھیں۔ اور نفل نماز بھی بہت پڑھا کرتی تھیں۔ چاشت کی نماز کا بہت اہتمام کرتی تھیں۔ نماز تہجد بھی پڑھا کرتی تھیں۔ پردہ کا اس قدر اہتمام فرماتی تھیں۔ کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد بھی ان سے پردہ کرنے کا دھیان تھا۔ بڑی صاحب فہم و فراست تھیں۔ اچھے اچھے عقلمند لوگ بھی ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ بے حد سخی تھیں۔ غلاموں کو آزاد کرنے، بیکسوں کی ہمدردی کرنے، محتاجوں کی مدد کرنے اور مصیبت زدوں کی تکالیف دور کرنے میں پیش پیش ہوتی تھیں۔ حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد ۴۶ سال زندہ رہیں اور ۷۰ سال کی عمر میں ۵۸ھ میں وفات پا گئیں۔ نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت زینب بنت علیؓ

آپ حضرت علیؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ۶ھ میں حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ ابھی سات برس کی ہی تھیں۔ کہ والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اور ان کی پرورش حضرت علیؓ نے اپنے ذمہ لی۔ پانچ برس کی تھیں کہ نانا جان (رسول اکرمؐ) کے سایۂ عاطفت سے محروم ہونا پڑا۔ دس سال کی تھیں۔ کہ حضرت علیؓ نے ان کا عقد اپنے حقیقی برادر زاد عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے کر دیا۔ آپ بے حد سخی تھیں۔ زبردست عالم قرآن و فقہ تھیں۔ جب آپ کی عمر ۳۵ سال ہوئی۔ تو والد محترم داغِ مفارقت دے گئے۔ حضرت زینبؓ کو حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے بے حد محبت تھی۔ آپ کے ہاں عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے چار بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ آپ نہایت مؤثر خطیبہ تھیں۔ صبر و رضا کا پیکر تھیں۔ حلم و بردباری میں اپنے ماں باپ کی طرح تھیں۔ آپ نے ۶۲ھ میں انتقال فرمایا۔ مزارِ انور دمشق میں ہے۔

حضرت ام سلمہؓ پہلے ان کا نام برّہ تھا حضورؐ سے شادی کے بعد زینب کہلائیں۔ کنیت ام سلمہؓ تھی۔ علمی حیثیت میں بلند رتبہ رکھتی تھیں۔ قرآن مجید اچھا پڑھ سکتی تھیں اور بڑی بات یہ تھی۔ کہ حضور کی طرز پر پڑھ سکتی تھیں۔ حدیث شریف میں ان کا (سوائے حضرت عائشہؓ کے) کوئی حریف نہ تھا۔ ان سے ۳۷۸ حدیثیں منقول ہیں۔ حدیث سننے کا بڑا شوق تھا۔ جواب صاف اور سلجھا ہوا دیتی تھیں۔ اور یہ کوشش کرتی تھیں۔ کہ سائل کی تشفی ہو جائے۔ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ہر ماہ میں تین دن جمعرات۔ جمعہ اور دوشنبہ کو روزہ رکھتی تھیں۔ اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں۔ آپ کا نکاح، حضورؐ سے حضرت سلمہؓ جو فارس و بحرین کے حاکم تھے، کے زیر اہتمام ہوا۔ بے حد فیاض تھیں اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آکر کہا۔ کہ اماں! میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے۔ فرمایا بیٹا! اس کو خرچ کر دو۔ حضورؐ سے ان کو بے حد محبت تھی۔ آپ کے چند موئے مبارک تبرکاً رکھ چھوڑے تھے۔ جن کی وہ لوگوں کو زیارت کرایا کرتی تھیں۔ حضورؐ کو بھی ان سے بڑی محبت تھی۔ تمام ازواج مطہرات کے بعد ۸۴ (چوراسی) سال کی عمر میں بزمانۂ حکومت یزید بن معاویہ واقعہ حرّہ کے بعد مدینہ منورہ میں ۶۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت ام سلمہؓ کی تمام اولادیں پہلے شوہر سے تھیں۔ حضورؐ سے ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ دو لڑکے اور دو لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔ سلمہؓ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ حضورؐ نے حضرت حمزہ کی لڑکی امامہ کا نکاح انہیں سے کیا تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی حاضر جوابیاں

دہلی سے سلطان جی کی درگاہ کو جو سیدھی سڑک جاتی ہے اُس پر دلی دروازے سے نکلتے ہی جیل خانہ ہے جیل خانہ کے سامنے نیا قبرستان ہے۔ اور جیل خانہ کے پیچھے پرانا قبرستان ہے۔ اس پرانے قبرستان کی مسجد میں کٹہرے کے اندر شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان مدفون ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کے بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب اور دوسرے بہت سے عزیز قریب یہاں آرام کر رہے ہیں۔

مسلمانانِ ہند کی آٹھ سو سالہ تاریخ میں غیر معمولی عالم اور بزرگ ہستیاں گزری ہیں یہ حضرات ان میں سے تھے۔ اور ان کی یہ خصوصیت قابل خیال ہے کہ شاہ عبدالرحیم سے علم اور تقدس کا جو سلسلہ چلا وہ کئی نسلوں تک چلے گا۔ مسلسل کئی نسلوں تک جس نے اس خاندان میں جنم لیا وہ علم اور تقدس سے بہرہ ور رہا۔ تین پشتوں میں عموماً مال اِدھر سے اُدھر ہو جاتا ہے کجا علم اور تقدس۔ علم اور تقدس موروثی چیزیں نہیں ہیں۔ لیکن شاہ ولی اللہ صاحب وُہ بزرگ ہیں جنھیں امام غزالی اور امام رازی کا درجہ دیا جاتا ہے۔ ان کی تصانیف ساری دنیا پڑھتی ہے۔ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ بھی ان کا بہت مقبول ہے۔ ان کے ایک بیٹے شاہ رفیع الدین صاحب نے قرآن مجید کا اُردو میں لفظی ترجمہ کیا۔ اور دوسرے بیٹے شاہ عبدالقادر صاحب نے قرآن مجید کا اردو میں با محاورہ ترجمہ کیا۔ اور تیسرے بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب علم اور تقدس میں باپ کے ہم مرتبہ تھے اور ذہانت وطباعی میں جواب نہ رکھتے تھے۔ ہندوستان کا کوئی ایک عالم اس خاندان کے کسی ایک فرد کا مقابلہ نہیں کر سکتا پھر اس عالم کا نہ باپ عالم ملے گا، نہ بیٹا عالم ہوگا برخلاف اس کے۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

شاہ عبدالعزیز صاحب ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے تھے یعنی آج سے دو سو تیس اکتیس برس پہلے ان جیسا ذہین اور طباع ہندوستان کے عالموں (مولویوں) میں نہ ان سے پہلے کوئی ہوا نہ ان کے بعد کوئی ہوا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی حاضر جوابیاں ۱۹۴۷ء تک نقل ہوتی چلی آتی تھیں۔ میں ان میں سے چند آپ کو سناتا ہوں یہ محض حاضر جوابیاں ہی نہیں ہیں۔ انہیں علمی اور دینی لطیفے بھی کہا جا سکتا ہے۔

(۱)

مسٹر مٹکف یا مسٹر مٹکاف نامی کوئی انگریز حضرت شاہ صاحب کے زمانہ میں دلی کے کسی بڑے عہدے پر متعین تھا۔ اس کے ہاں کوئی پادری صاحب آکر ٹھہرے۔ مسٹر مٹکاف نے پادری صاحب سے کہا شاہ صاحب کو ہراؤ تو جانیں اگر ہرا دو تو دو ہزار روپیہ دوں گا۔ ورنہ دو ہزار روپے تم مجھے دینا۔ پادری صاحب راضی ہو گئے اور پہنچے مسٹر مٹکاف کے ساتھ مناظرہ کرنے۔ شاہ صاحب نے کہا "کہئے جو کہنا ہے"

پادری صاحب نے کہا "میں اپنی بات کا معقول جواب چاہتا ہوں منقول اور کتابی نہیں چاہتا" شاہ صاحب نے ارشاد کیا منظور ہے۔ کسی کتاب کا نام نہیں لوں گا۔" پادری صاحب نے پوچھا۔ "یہ کیا ماجرا ہے کہ آپ کے پیغمبر اللہ کے محبوب ہیں؟" اور امام حسین ان کے نواسے تھے۔ جنھیں وہ بہت چاہتے تھے۔ پھر اللہ نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ محبوب کا محبوب شہید کر دیا گیا۔ نہ اللہ ہی نے خود پرواہ کی۔ اور نہ اللہ کے محبوب نے اسے توجہ دلائی۔"

شاہ صاحب نے فرمایا۔ "ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی تھی۔ لیکن اللہ نے جواب دیا۔ "میاں تمھیں اپنے نواسے کی پڑی ہے۔ یہاں کم بختوں نے میرے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو سولی پر چڑھا دیا۔ مجھے ذرا اس کی فکر سے تو فارغ ہو لینے دو۔"

(۲)

ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا۔ "حضور یہ بدکار پیشہ ور طوائفیں مریں تو ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟" شاہ صاحب نے فرمایا "اِن کے ہاں جانے والے اور اِن سے ناجائز تعلق رکھنے والے مَردوں کی نماز جنازہ پڑھتے ہو؟" سائل نے کہا۔ ہاں ان کی تو پڑھتے ہیں۔" شاہ صاحب نے فرمایا "طوائفوں نے اُن سے بڑھ کر کون سا قصور کیا ہے، کہ انھیں نمازِ جنازہ سے محروم رکھا جائے۔"

(۳)

دہلی کا ریذیڈنٹ شاہ صاحب سے ملنے آیا۔ اور باتوں باتوں میں کہنے لگا۔ جناب میں نے ایک سوال کئی عالموں سے کیا۔ کوئی اطمینان بخش جواب نہیں ملتا۔ آپ بھی غور کیجئے سوال یہ ہے کہ ایک مسافر راستہ بھول گیا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک شخص سامنے پڑا سو رہا ہے ـــــ اور ایک شخص اس کے برابر بیٹھا ہے۔ اب مسافر جاگتے سے راستہ معلوم کرے یا سوتے سے؟ شاہ صاحب سوال کی تہ تک پہنچ گئے۔ سوتے سے مراد ریذیڈنٹ کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اور جاگتے سے حضرت عیسٰے علیہ السلام۔ شاہ صاحب نے فوراً جواب دیا "وہ جاگنے والا خود اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ سونے والا اٹھے اور وہ اُس سے راستہ پوچھے مسافر کو چاہیئے کہ وہ بھی سونے والے کے اٹھنے کا انتظار کرے۔"

(۴)

شاہ عبدالعزیز صاحب کی عمر بارہ سال کی تھی جب شاہ ولی اللہ صاحب (انکے والد) کا انتقال ہوا ہے۔ لیکن آپ اس وقت تعلیمی کورس پورا کر چکے تھے۔ چند مولوی صاحبان شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے شاگرد قصبہ پھلت سے شاہ ولی اللہ صاحب کی تعزیت کرنے بیل گاڑی میں دلّی آ رہے تھے۔ راستے میں ان کی گفتگو سن کر گاڑی بان نے جو ہندو تھا۔ کہا کہ ایک بات میری بھی بتا دو کہ خدا ہندو ہے یا مسلمان؟" مولوی صاحبان نے جواب دیئے لیکن گاڑی بان کی سمجھ کے موافق نہ تھے۔ آخر عاجز آکر بولے۔ دلی پہنچ کر شاہ صاحب سے جواب دلوائیں گے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے سامنے سوال پیش کیا گیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ "خدا ہندو ہوتا تو گئو ہتھیا کبھی نہ کرنے دیتا۔" یہ جواب گاڑی بان کے دل کو لگ گیا۔

(۵)

ایک شخص نے عرض کیا کہ محفلِ رقص و سرود میں انسان رات رات بھر جاگتا ہے۔ لیکن اللہ کی عبادت میں نیند آنے لگتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا "دو پلنگ ہوں، ایک پر کانٹے بچھے ہوں اور ایک پر پھول نیند کس پر آئے گی؟ اُس نے عرض کیا۔ پھول والے پلنگ پر۔ فرمایا بس رقص و سرود کی محفل کانٹوں والی پلنگ کی مثل ہے اور اللہ کی عبادت پھول والے پلنگ کی مثل۔

(۶)

ایک سوداگر کو اپنی بیوی سے تو بڑی محبت تھی لیکن بیوی کے باپ سے وہ ناخوش تھا۔ وہ سوداگری کے لئے سفر پر جانے لگا تو بیوی سے کہہ گیا" کہ اگر اپنے باپ کے گئی تو تجھ پر طلاق ہے" اتفاق کی بات کہ باپ اسی اثنا میں بیمار پڑا اور مر گیا۔ سوداگر کی بیوی اب کیا کرتی۔ اُس سے نہ رہا گیا۔ اور وہ باپ کے گھر جا پہنچی۔ جب سوداگر آیا تو پریشان، کہ بیوی خواہ مخواہ ہاتھ سے چلی۔ جس عالم سے فتویٰ پوچھتا ہے یہی فتویٰ ملتا ہے کہ طلاق ہو گئی۔ شاہ صاحب کے سامنے بھی یہ مسئلہ پیش ہوا۔ آپ نے برجستہ فرمایا" باپ کے مرنے کے بعد گھر باپ کا کہاں رہا۔ وہ گھر تو خود بیٹی کا ہو گیا۔ سوداگر کی بیوی باپ کے گھر نہیں گئی۔ طلاق کیسی؟"

(۷)

ایک انگریز عربی فارسی جاننے والا جامع مسجد میں آیا شاہ صاحب جامع مسجد میں وعظ کہہ رہے تھے۔ وہ انگریز وعظ سننے لگا اور تھوڑی دیر بعد بلند آواز سے اس نے یہ شعر پڑھا

کسے بگفت کہ عیسٰی بہ مصطفےٰ اعلےٰ است

کہ ایں بزیر زمیں دفن وآں بہ اوجِ سماست

شاہ صاحب نے اُسی وقت یہ شعر پڑھ دیا ؎

بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد

حُباب بر سرِ آب و گہرِ تہِ دریاست

(۸)

شیعوں کے ایک بڑے عالم تشریف لائے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ کے جنتی ہونے کی بھی آپ کے پاس دلیل ہے؟ شاہ صاحب نے پوچھا۔ آپ نے فلاں کتاب پڑھی ہے؟ شیعہ عالم نے جواب دیا۔ ہاں! کیوں نہیں پڑھی ہے بڑی مستند کتاب ہے" کہا کہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار حیلہ سے مُہر نبوت کو چوم لیا تھا۔ اور اس چومنے کیوجہ سے وہ جنتی ہوئے۔" شیعہ عالم نے کہا صحیح ہے"

شاہ صاحب نے فرمایا: جب یہ بات ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے۔ انہوں نے ایک سے زیادہ بار مہر نبوت کو دیکھا ہے اور چوما ہوگا۔ وہ تو رسول اللہ کی بیوی تھیں۔

بنات اسلام

عورت زندہ درگور تھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے زندگی بخشی

شہناز اختر

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پوری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ عورت آپ کی رحمت سے محروم رہ جاتی۔ یوں تو آپ کی رحمت و احسانات دنیا کے ہر ذرّے پر ہیں تاریخ نے آپ سے بڑا محسنِ عالم اور محسنِ انسانیت ابتدائے آفرینش سے آج تک نہیں پیدا کیا۔ خاص طور سے عورت کے حق میں تو آپ کی ذاتِ بابرکات سراپا رحمت ہی رحمت تھی۔

آپ کی تشریف آوری سے پہلے عورت دنیا کی مظلوم ترین اور ذلیل ترین مخلوق تھی۔ انسان ہوتے ہوئے بھی انسانی حقوق سے یکسر محروم تھی۔ تمام مذاہب اور ممالک میں عورت کیساتھ اس کھلی ہوئی ناانصافی اور ظلم و زیادتی کا دور دورہ تھا۔

قدیم ایران میں عورت کی کوئی شخصیت نہ تھی۔ مرد ہر قسم کی سزا اور ایذا دینے کا حق رکھتا تھا یہاں تک کہ سزائے موت بھی دے سکتا تھا۔

جاپان میں عورت گویا مالِ تجارت تھی۔ بیوی اور بیٹی کو بیچنا جائز تھا۔

قدیم چین میں شوہر اور والدین کی جائداد میں عورت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا اور عورت کو سماج کا انتہائی پست عنصر سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ خیال تھا کہ عورت فطری طور پہ کمتر اور ذلیل مخلوق ہے۔ اس لئے اسے بحیثیت محکوم زندہ رہنے کا حق ہے۔ یونان میں ذلت و پستی کی انتہا عورت کو گردانا جاتا تھا۔ اور اس کے جذبات کی کوئی پرواہ نہ کرتا تھا۔

عیسائیوں نے عورت کو منحوس اور بدبخت جیسے الفاظ سے تعبیر کیا۔ خود ہندوستان میں عورت ذلت کی کھائیوں میں دم توڑ رہی تھی۔ اُسے مذہبی رسُوم ادا کرنے کا حق نہ تھا۔ اسے اتنا بھی حق نہیں تھا کہ اپنے شوہر کا نام لے سکے۔ بلکہ ایک دَور تو ایسا بھی گزرا ہے کہ عورت کو زبردستی اپنے شوہر کے ساتھ ستی ہونا پڑتا تھا۔ جیتے جی شوہر کی جلتی ہوئی چتا میں کُودنا پڑتا تھا اور عرب تو دختر کشی کا مرکز تھا۔

حاصل یہ ہے کہ دنیا کا کوئی ملک کوئی مذہب، کوئی ضابطہ ایسا نہ تھا جہاں عورت کو بحیثیت انسان انسانی حقوق و مراعات حاصل رہی ہوں۔ گویا پوری دنیا میں عورت انسانی حقوق سے بے دخل ہو گئی تھی یہ زمین اتنی وسیع ہونے کے باوجود عورت کے لیئے قفس کی مانند تنگ تھی۔ یہ آسمان اتنا بلند ہونے کے باوجود نہ کوئی مصلح اور ریفارمر اٹھا، جو عورت کی بدحالی پر دو آنسو بہاتا۔ نہ ہی کوئی حکیم اور فلسفی پیدا ہوا جو فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز میں عورت کی حیثیت اور عظمت پہ بحث کرتا۔ عورت اس بے بسی اور مایوسی کے عالم میں آنکھیں پھار پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتی تھی کہ شاید کہیں سے اسے سہارا مل جائے۔ آخر اس کی حالتِ زار پر پروردگار عالم کو ترس آیا اور اُس نے اپنے حبیب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

آپ نے دنیا میں ہونیوالی تمام برائیوں اور خرابیوں کے خلاف آواز اٹھائی اور مورچہ لگایا عورت کی مظلومیت ان سے دیکھی نہ گئی۔ آپ نے زور و شور سے اس کی حمایت کی اور دنیائے انسانی کو پیغامِ ربانی سنایا کہ اے لوگو! عورت کے ساتھ بھلائی کرو آپس کے تعلقات میں فیاضی برتو۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اور اسی سے اس نے جوڑے بنائے۔

وہی عورت جو زندہ درگور تھی، اس کے بارے میں فرمان صادر ہوا کہ عورت اپنے گھر کی حکمران ہے۔ مردوں کی شرافت اور اچھائی کا معیار عورت کے ساتھ حسُنِ سلوک کو قرار دیا۔

"تم میں اچھا مرد وہ ہے، جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہے۔"

عورت کی اہمیت کا اندازہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ ذی شان سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جس کے پاس کنیز ہو وہ اسے اچھی تعلیم دے، عمدہ تہذیب اور بہتر سلیقہ سکھا کر آزاد کر دے اور پھر اس سے شادی کر لے، تو اُسے دوھرا اجر ملے گا۔ (بخاری)

کنیز پست حقیر اور کمتر سمجھی جاتی ہے۔ مگر رسولِ پاک کی اس تعلیم میں وُہ کون سی دعوت ہے ایک معمولی سوجھ بوجھ والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایک معمولی کنیز کو گھر کی ملکہ بنانے کی دعوت اور ترغیب ہے۔ اسے پستی سے اٹھا کر بلندی پر پہنچانے کا مشورہ ہے۔

لڑکیوں کے بارے میں فرمان صادر ہوا کہ جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی۔ یہانتک کہ سنِ بلوغ کو پہنچ گئیں اور ان کی شادی وغیرہ کر کے فراغت پائی تو وہ قیامت کے دِن اسطرح میرے ساتھ ہوگا۔ جیسے میری یہ دونوں انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں

سوچنے کی بات ہے کہ معیّت اور رفاقت کا یہ اعزاز آخر کیوں اور کس بنیاد پر مل رہا ہے۔

کبھی ارشاد ہوا تو عورت کو نعمت قرار دیا۔ کہیں ماں کی حیثیت سے اسے سب سے زیادہ حسُنِ سُلوک کا مستحق قرار دیا۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ حسُنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو ارشاد ہُوا "ماں"۔ انہوں نے پھر وہی سوال دُھرایا پھر ارشاد فرمایا "ماں"۔ انہوں نے تیسری مرتبہ وہی سوال دہرایا تو ارشاد ہُوا "ماں"۔ چوتھی مرتبہ فرمایا "باپ"۔ مزید آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں میں ہے یعنی اس کی خدمت سے ملے گی۔

غرض رسولِ پاک کی پاکیزہ تعلیمات ہی کا خلاصہ اور صدقہ ہے کہ آج کل عورت متروکہ جائداد کی حق دار ہے۔ اسے رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اس کی شہادت کا اعتبار ہے۔ اس کا احترام نجابت اور شرافت کی دلیل ہے۔ معاشرے میں اس کا خاص وزن ہے۔ کسی بھی ملک یا مسلک کی عورت اگر وہ اپنی تاریخ سے واقف ہوگی اور رسولِ پاک کی تعلیمات کے اثرات کا جائزہ لے گی تو اس کی گردن احسان کے بوجھ سے دب جائیگی اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلے گا کہ سلام ہو اس محسنِ اعظم پر جس نے عورت کو موت کے منہ سے نکال کر عزت و وقار کے منصب پہ فائز کیا۔

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسُولہ الکریم

مولانا عبدالغفور اور مولانا غلام دین کی وفات

یہ خبر دینی حلقوں اور مذہبی تنظیموں میں نہایت صدمے کے ساتھ سنی جائیگی کہ جمعیتہ علماء پاکستان مغربی پاکستان کے صدر مولانا عبدالغفور ہزاروی خطیب جامع مسجد وزیرآباد اور مولانا غلام دین صاحب خطیب جامع مسجد انجمن لوکوشیڈ لاہور داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا عبدالغفور ھزاروی ایک ٹرک کے حادثہ میں وفات پا گئے اور مولانا غلام دین صاحب نمازِ ظہر کے وقت صحنِ مسجد میں اللہ کو پیارے ہو گئے علماء بریلی میں سے یہ شخصیات بڑی نامور اور مُوقّر تھیں مولانا غلام دین صاحب نے تحریک پاکستان کے علاوہ تحریک تحفظ ختم نبوّت میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ اور قید و بند کے مصائب بھی برداشت کئے تھے۔ اللہ تعالےٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ادارہ خدام الدین ان کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے

ادارہ

قسط نمبر ۲

قدیم وجدید علوم کا جامع نظام تعلیم

اہل علم کے لیے ایک لمحہ فکریہ

شیخ بشیر احمد بی اے لاہور

دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث اور صحیح علوم اسلامیہ کو قائم رکھتے ہوئے دور حاضر کی سائنس اور ٹیکنالوجی سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے دنیا میں جو انقلاب آیا ہے اس کی رَد تو اب رک نہیں سکتی اور نہ اسے روکنا قرین عقل و دانش ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن اور سائنس کا موازنہ کر کے مذہبی حقائق قائم کئے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ جس طرح اہل مذہب کی تمام ترجمانی صحیح نہیں ہے اس میں غلطی موجود ہے، اسی طرح سائنس کے تمام نظریات بھی حقیقت حقّہ پر مشتمل نہیں ہیں۔ ان کا بار بار بدلتے رہنا۔ جہاں ان میں غلطی کے امکان کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے وہاں غلطی کو چھوڑ کر نئے نظریات قبول کرنے کی صلاحیت کی طرف بھی جو سائنس میں موجود ہے اور جو اس کی ترقی کا باعث ہے، اشارہ کرتا ہے۔ اس لیے اگر حاملین قرآن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ صرف حقیقت کو قبول کریں گے۔ تو جہاں وہ حقیقی اسلامی سپرٹ کا اظہار کریں گے، وہاں وہ حق قبول کرنے اور حق کی حمایت کرنے کی صلاحیت بھی اپنے اندر پیدا کر لیں گے۔ یہ ان میں ایک انقلابی تبدیلی ہو گی۔ ڈاکٹر ہاشمی مسلمان سائنس دانوں کو اسی عظیم چیلنج کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

"پاکستانی سائنسدانوں کے لیے اب سائنس اور مذہب کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کا کام ایک عظیم چیلنج رکھتا ہے۔ کیونکہ اب وہی اس کام سے عہدہ بر آ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

واقعی سائنسدانوں کے لیے یہ ایک عظیم الشان چیلنج ہے کہ وہ مذہبی حقائق کو علوم جدیدہ کی روشنی میں ثابت کریں اور اگر علوم جدیدہ اور مذہبی حقائق کے درمیان ناقابل حل تصادم ہو تو وہ سائنس کی غلطی ثابت کریں یہ چیلنج ہمارے قدیم طرز کے علما کے لیے بھی ہے۔ اگر قدیم علوم کے حاملین اس چیلنج کو قبول نہ کریں تو ہمارے پاکستانی سائنسدانوں نے اللہ کے فضل وکرم سے اس چیلنج کو قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ فروری ۱۹۶۵ء میں ڈاکٹر عبدالسلام نے کراچی یونیورسٹی میں مادے کے ابتدائی ذرات (THE FUNDAMENTAL PARTICLES OF MATTER) پر تقریر کرتے ہوئے اپنی تقریر کے خاتمے پر واضح الفاظ میں فرمایا کہ انہوں نے مادے کے ابتدائی ذرات کے متعلق سابقہ دو ہفتوں میں جو انکشاف کیا ہے اور جس سے کائنات میں ہر جگہ یکسانیت اور موزونیت کا ثبوت ملتا ہے وہ قرآن حکیم کی اس آیت سے ماخوذ ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۙ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝ (۶۷ : ۱-۴)

"ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات، جس کے ہاتھ میں تمام کائناتوں کی تدبیر کُلی ہے۔ وہ ہر چیز پہ کامل قدرت رکھتا ہے، جس نے موت کو پیدا کیا اور حیات کو بھی پیدا کیا تاکہ وہ جانچے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے وہ طاقتور اور بخشنہار ہے۔ جس نے ساتوں آسمان طبق بر طبق پیدا کئے تو خدائے رحمان کی تخلیق میں کوئی عدم تناسب (تفاوت) نہیں پائے گا۔ ایک بار نظر ڈال کر تو دیکھ۔ کیا تجھے نظم کائنات میں کوئی بے قاعدگی دکھائی دیتی ہے؟ اچھا بار بار مشاہدہ کر لے اور غور وخوض سے دیکھ لے۔ لیکن تیری نگاہ ناکام و نامراد واپس لوٹ آئے گی۔ اور وہ نظم کائنات میں کوئی فتور، کوئی بے قاعدگی اور عدم تناسب نہیں پا سکے گی۔"

قرآن حکیم دنیا کی واحد کتاب ہے جس میں علمی اور سائنسی تحقیق کے لیے بے شمار خزانے موجود ہیں۔ اگر ہمارے سائنسدان آیات پر ایک ایک، دو دو، تین تین مل کر یا زیادہ کی ٹیم بنا کر تحقیقات کریں تو کائنات کے متعلق عجیب و غریب نئے انکشافات سامنے آئیں گے۔ جن کے آگے ہماری موجودہ سائنس پرانی ہو کر رہ جائے گی تحقیقات کا یہ میدان کسی ایک علم کے لیے نہیں کھلا ہوا، بلکہ تمام علوم انسانی قرآن حکیم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اپنا اپنا دامن نایاب اور اب تک نادیدہ جوہروں سے بھر سکتے ہیں۔ ذیل میں مشتے نمونہ چند آیات کی طرف اشارے کئے جاتے ہیں۔

اقتصادیات: یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ (۲ : ۲۷۶)

اللہ تعالیٰ سود کو بے برکت کرتا ہے اور صدقات کی ربوبیت کر کے انہیں بڑھاتا ہے (کیسے؟)

معاشریات: زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ (۳ : ۱۳)

خواہشات انسان کی نگاہ میں بڑی دلفریب ہیں۔ ان کا معاشرتی ترقی پر کیا مثبت یا منفی اثر پڑتا ہے؟

حیاتیات: وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ (۳ : ۲۶)

اللہ تعالیٰ بے جان مادے سے حیاتیات کے مظاہر پیدا کرتا ہے اور حیاتیاتی اعمال (BIOLOGICAL PROGESSES) سے بے جان مادہ پیدا کرتا ہے دیکھیے؟)

طبعیات:- قرآن حکیم میں کئی مقامات پر نہایت واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ تمام مادی اشیاء کے جوڑے پیدا کیے گئے ہیں غیر مسلم سائنسدانوں نے حیوانات اور نباتات کے جوڑے ثابت کر دیئے ہیں بلکہ غیر ذی حیات مادے کے بھی جوڑے ثابت ہو چکے ہیں۔ اب مسلمان سائنسدان کا فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم کی روشنی میں ان امور کی مزید وضاحت کریں اور ان تحقیقات کو دور آگے لے جائیں۔

غرض اگر علمائے قدیم قرآن حکیم کی یہ خدمت نہیں کرتے، تو علمائے جدید جن کے دلوں میں الحمدللہ اسلام کا درد موجود ہے اپنی زندگیاں اس تحقیق کے لیے وقف کر دیں۔ یقین ہے کہ اس سے بے انتہا فائدے حاصل ہوں گے اس سے یہ بات بھی غلط ثابت ہو جائے گی کہ دور حاضر اسلام کے لیے چیلنج ہے بلکہ اسلام دور حاضر کے لیے ایک ناقابل مقابلہ چیلنج بن جائے گا اس سے پاکستان کو جو مادی اور روحانی فوائد بین الاقوامی میدان میں حاصل ہوں گے وہ محتاج بیان نہیں۔

اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ "قدیم" و "جدید" کے اس خلفشار کو دور کرنے کا بہترین ذریعہ پاکستان میں موجود ہے۔ یہ امام ولی اللہ دہلوی کی "حکمت" ہے جس کے ذریعے سے ہم

قرآن اور حدیث میں
قرآن و حدیث اور فقہ میں
قرآن اور حکمت جدیدہ میں
قرآن اور سائنس میں
مادے اور غیر مادے کے تصور میں
مشرقی اور مغربی پاکستان میں اور
عالم اسلام کے مختلف ملکوں میں

علمی، فکری، عملی اتحاد اور یکسانیت پیدا کر سکتے ہیں۔ یہاں بر سبیل تذکرہ یہ اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ امام ولی اللہ دہلویؒ نے اٹھارہویں صدی کے وسط میں جب یورپ انتہائی مادہ پرستی میں مبتلا تھا اور حیات اور ذہن انسانی کو بھی مادی الاصل ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا اعلان کیا تھا کہ مادہ ایک قسم کی قوت (ENERGY) سے وجود میں آیا ہے اور وہ پھٹ کر پھر اسی قوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس کی طرف حکماء مغرب کی توجہ ۱۸۹۸ء کے بعد ہوئی اور ۱۹۰۸ء میں فیصلہ ہوا کہ واقعی مادہ مادی نہیں ہے۔ بلکہ ایک قوت سے بنا ہے امام صاحب نے اس سے بھی آگے چند باتیں بیان کی ہیں جو ہمارے سائنسدانوں کے لیے مشعل راہ تحقیق ثابت ہو سکتی ہیں۔

غرض امام ولی اللہ دہلویؒ کے علوم کا مطالعہ اخلاقیات، روحانیات اجتماعیات، مابعد الطبیعیات، سیاسیات اقتصادیات وغیرہ بہت سے علوم میں نئی راہیں کھول دے گا۔ اگر ان علوم کو قرآن حکیم کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے، تو ہم علوم قدیم کو علوم جدید میں ڈھال سکتے ہیں اور علوم جدید کو علوم اسلامیہ کی خدمت اور توسیع کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

حسن اتفاق سے موجودہ حالات نے ہمیں موقعہ دیا ہے کہ ہم قرآن کی طرف زیادہ متوجہ ہوں اس سے قدیم و جدید کا فرق اٹھ جائے گا۔ اس کے لیے ہمیں قرآن حکیم کو اپنی تمام علمی سرگرمیوں کا محور بنانا پڑے گا۔ ہمیں اپنے نصاب تعلیم پہ از سر نو نظر ڈال کر اپنی تمام درسی کتابوں کو خصوصاً سائنس کی درسی کتابوں کو قرآن حکیم کی روشنی میں لکھنا ہو گا۔ ان کے مطالعے سے جو نئی نسل اٹھے گی وہ قدیم و جدید کی جامع ہو گی اور ہمارا یہ ذہنی انتشار جس میں ہم اب مبتلا ہیں ختم ہو جائے گا۔ اور پاکستان نہ صرف ممالک اسلامیہ میں بلکہ مجمع اقوام میں ایک وقیع مقام حاصل کرے گا۔ واللہ المستعان ○

بقیہ: مجلس ذکر

کیا جائے گا۔ قوم کے ہر فرد کو چاہیے کہ علماءِ اسلام اور جمعیۃ کے نامزد امیدواروں کو منتخب کریں۔ یاد رکھیے جمعیۃ علماءِ اسلام کے امیدواروں کا انتخابی نشان مدینہ منورہ کی پاک نسبت یاد دلانے والا کھجور کا درخت ہے۔ اپنا قیمتی ووٹ ایسے حضرات کو دیں جو اللہ کے دین کو سربلند کر سکیں۔ اور بلا شبہ وہ علماءِ اسلام اور ان کے ہمنوا حضرات ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ: مولانا عبدالغفور مدنیؒ

جنت کی ایک بالشت جگہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ کہ یہ تو کل کی بات ہے۔ اور میں آج ہی دوں گا اس پر انہوں نے کہا۔ قسم ہے مجھے تمہارے رب کی مجھے تمہاری بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ مجھے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کا یقین ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

روحانیت کے اثر کی بات چلی تو فرمایا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے ایک پادری نے آ کر کہا کہ تم کہتے ہو کہ قرآن میں سب کچھ ہے۔ بتلاؤ کیمیا قرآن میں کہاں ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا مٹی لاؤ مٹی لائی گئی اس پر حضرتؒ نے دم کر دیا اور وہ سونا ہو گیا اس پر پادری نے کہا سب لوگ کر کے دکھائیں تو حضرتؒ نے فرمایا۔ عبدالعزیز کی زبان ہو تو سب کر سکتے ہیں۔

دعائے صحت

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ حمید اللہ صاحب شدید علیل ہیں اور میو ہسپتال (البرٹ وکٹر) میں زیر علاج ہیں۔ قارئین خدام الدین سے پرزور التماس ہے کہ حافظ صاحب کی صورت کاملہ عاجلہ کے لئے رجوع و خشوع کے ساتھ خصوصی دعا فرمائیں۔ (منظور سعید احمد)

بچوں کا صفحہ:

فضائلِ رمضان پر حضورؐ کا ایک وعظ

جناب حاجی کمال الدین صاحب لاہور

پیارے بچو! آج کی صحبت میں ہم اپنے پیارے نبیؐ کا ایک وعظ بیان کرتے ہیں جو آپ نے اپنے صحابہؓ کو شعبان کی آخری تاریخ کو ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تم پر ایک ایسا مہینہ آ رہا ہے جو بہت ہی مبارک ہے اور بے شمار برکتوں اور رحمتوں والا ہے۔ اس میں ایک شب قدر کی رات آتی ہے جو بہت ہی اہم ہے۔ اس رات میں عبادت کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ ہزار مہینے سے بھی زیادہ عبادت کی ہو۔ سبحان اللہ! کیا ہی رحمتوں کا مہینہ ہے۔ ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت سے بھی بڑھ کر ملتا ہے۔

اس ماہ میں اللہ پاک نے رمضان شریف کے روزے کو فرض کیا ہے اور تراویح کو سنّت۔ اس مبارک مہینے میں نفل ادا کرنے کا ثواب فرضوں کے برابر ہے اور فرضوں کا ثواب ستّر فرضوں کے برابر ہے۔ یعنی جو کوئی کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو اس ماہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔ یعنی اگر روزے میں کچھ تکلیف ہو تو اسے صبر کے ساتھ خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ ہائے ایسی گرمی۔ توبہ توبہ۔ اتنی پیاس کہ اب دم نکلا۔ غرضیکہ اس قسم کی ہائے ہو، چیخ پکار نہ ہونی چاہیئے۔ اسی طرح اگر رات کو تراویح میں کھڑا ہونے سے کچھ دقّت ہوتی ہو تو اسے بھی خوشی سے سہنا چاہیئے۔ جب دنیا کے پیچھے ہم اپنا کھانا پینا، آرام و راحت سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں تو پھر رضائے الٰہی کے لئے ان چیزوں کو دُکھ، تکلیف اور آفت کیوں سمجھا جائے۔ آگے ارشاد فرمایا کہ یہ غمخواری کا مہینہ ہے۔ یعنی غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے کا مہینہ۔ اُن کی امداد کرنا، ان کو کھانے پینے اور پہننے کو دے دینا۔ سحری یا افطاری کے لئے جو قسما قسم کے کھانے آپ نے پکوائے ہیں ان میں سے غریبوں کے لئے بھی بھجوا دو۔ عید کے لئے اگر اپنے بیوی بچّوں یا بہن بھائیوں کے لئے کپڑے بنوائے ہیں تو غریبوں کے لئے بھی بنوا دو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو کوئی کسی بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو رات گزارنے کے لئے جگہ دے دے تو اللہ تعالےٰ قیامت کی سختیوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس ماہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اور جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ملے گا۔ مگر اس روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ نیز اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دوزخ سے آزاد کر دیا جائے گا۔ اگر کسی کو زیادہ افطاری کی ہمّت نہ ہو تو یہ ثواب تو ایک کھجور سے یا ایک گھونٹ شربت یا لسّی سے اللہ پاک عنایت فرما دیتے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور شب قدر میں جبرائیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ آگے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا پہلا حصّہ اللہ کی رحمت ہے۔ بیچ کا حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصّہ دوزخ سے نجات ہے رمضان شریف کے تین حصّے کئے گئے ہیں اور آدمی بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ جن پر گناہوں کا بوجھ نہیں۔ ان کے لئے شروع ہی سے رحمت اور انعام کی بارش ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو معمولی گناہ گار ہیں ان کے لئے کچھ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد ان روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ تیسرے وہ جو زیادہ گنہگار ہیں۔ ان کے لئے زیادہ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے شروع ہی سے رحمت تھی اور ان کے گناہ بخشے بخشائے تھے ان کا پوچھنا ہی کیا کہ ان کے لئے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے۔

اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس مہینے میں اپنے نوکر کے کام میں کمی کر دے تو اللہ پاک اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں۔ یہاں نوکر چاکر رکھنے والوں کو ارشاد ہو رہا ہے کہ وہ اپنے نوکروں پر اس مہینے میں تخفیف رکھیں۔ اس لئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں۔ کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں تکلیف ہوگی۔ اس کے بعد حضورؐ نے چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔ پہلی چیز کلمہ طیبہ ہے کہ اس کو اس ماہ میں کثرت سے پڑھا کرو۔ حدیثوں میں اس کو افضل الذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے تو آسمان کے دروازے اس کے لئے فوراً کھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا کبیرہ گناہوں سے بچے۔

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	..	۱۱
〃 〃 ششماہی	..	۶
〃 〃 〃	..	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	..	۴۲
〃 〃 بحری جہاز 〃		۱۵
〃 〃 ہوائی ڈاک ششماہی	..	۲۱
بحری 〃	..	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
〃 〃 بحری	۸۰	۲۲
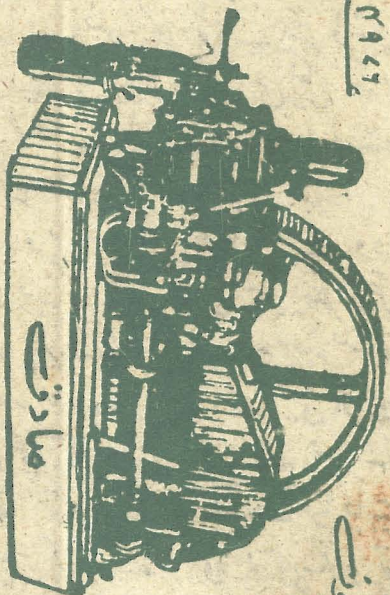
فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا
اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B-C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲۰-۵۵۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء